بسم اللہ الرحمٰن ا لرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

خدا کے فضل اور رحم کیساتھ

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی یاد میں

جولائی، اگست ۲۰۱۸

زیر نگرانی

پروفیسر چوہدری حمید احمد۔ سرپرست تعلیم لاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ جرمنی

ڈاکٹر نعیم احمد طاہر۔ صدر تعلیم لاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن۔ جرمنی

چیف ایڈیٹر: چوہدری عبدالغفور ڈوگر۔ سیکرٹری اشاعت

ایڈیٹوریل بورڈ: چوہدری منیر احمد باجوہ نائب صدر ایسوسی ایشن۔ انجنئر محمود مجیب اصغر

ترتیب وڈیزائن: محمد ظہیر احمد

پرنٹنگ: رانا محمد اصغر خان (A.K Print and Layout Service)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	ارشادِ باری تعالیٰ۔ حدیث نبوی	۱
۲	خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ۔ ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۳
۳	تعلیم الاسلام کالج کی اصل غرض۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ	۵
۴	یاد دہانی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	۶
۵	پیش لفظ۔ پروفیسر حمید احمد چوہدری۔ سرپرست ایسوسی ایشن	۷
۶	پیغام صدر۔ ڈاکٹر نعیم احمد طاہر، صدر ایسوسی ایشن و نگران المنار	۸
۷	اداریہ۔ چوہدری عبد الغفور ڈوگر، سیکرٹری اشاعت و چیف ایڈیٹر المنار جرمنی	۹
۸	حضرت صاحبزدہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم کی یاد میں۔ پروفیسر چوہدری حمید اللہ صاحب۔ وکیل اعلیٰ تحریک جدید ربوہ	۱۰
۹	سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کے نئے عہدیداران برائے 2018 تا 2020ء	۱۱
۱۰	رفتید ولے نہ از دلِ ما ۔ ملک مسعود خالد، ناظر اشاعت صدر انجمن احمدیہ۔ ربوہ	۱۲
۱۱	خان بہادر حضرت صاحبزدہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم۔ پروفیسر حمید احمد چوہدری	۱۷
۱۲	میرے استاد صاحبزدہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم۔ لئیق احمد عابد۔ وکیل القانون۔ تحریک جدید ربوہ	۱۹
۱۳	تفہیم بصیرت - نظم حضرت صاحبزدہ مرزا سلطان احمد صاحب	۲۰
۱۴	حضرت صاحبزدہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم۔ پروفیسر چوہدری حمید احمد	۲۲
۱۵	پروفیسر سعید اللہ خان کی یاد میں۔ رفیع اللہ خان	۲۵
۱۶	تصاویر۔ ایسوسی ایشن کے محسنین و معاونین	۲۸
۱۷	تعلیم الاسلام کالج کے حیران کن واقعات بزبان بانی پرنسپل و خلیفۃ المسیح الثالثؒ۔ انجنیئر محمود مجیب اصغر	۳۱
۱۸	ڈرو یارو کہ وہ بینا خُدا ہے ۔ ڈاکٹر عبد الرحمان بھٹہ	۳۳
۱۹	نظم۔ محترم مرزا خورشید احمد صاحب کی یاد میں۔ نثار باجوہ ٹورانٹو، کینیڈا	۳۵
۲۰	نظم۔ آدابِ خلافت۔ چوہدری منیر احمد ناصر باجوہ	۳۶
۲۱	نظم۔ مہِ خورشید جمال۔ پروفیسر مبارک احمد عابد	۳۷
۲۲	سبق آموز۔ ہڈ بیتی۔ ایک انتباہ۔ پروفیسر محمد شریف خان	۳۸
۲۳	نظم۔ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب۔ چوہدری منیر احمد ناصر باجوہ	۴۲
۲۴	نظم۔ چند اچھی چیزیں یا نورتن۔ محترم پروفیسر مبارک احمد انصاری	۴۳
۲۵	برادرِ اکبر مبشر احمد سیال کا ذکرِ خیر۔ منیر احمد سیال	۴۴
۲۶	نظم۔ مرزا غلام احمد صاحب کی یاد میں۔ چوہدری منیر احمد ناصر باجوہ	۴۶
۲۷	تعزیتی قرار دادیں	۴۷
۲۸	Letter from Engr Mahmud Mujib Asghar	۵۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ارشادِ باری تعالیٰ

وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى ٱلۡأَرۡضِ كَمَا ٱسۡتَخۡلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرۡتَضَىٰ لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ أَمۡنًا يَعۡبُدُونَنِى لَا يُشۡرِكُونَ بِى شَيۡـًٔا وَمَن كَفَرَ بَعۡدَ ذَٰلِكَ فَأُوْلَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡفَٰسِقُونَ

(سورة نور آیت 56)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

Verheißen hat Allah denen unter euch, die glauben und gute Werke tun, dass Er sie gewisslich zu Nachfolgern auf Erden machen wird, wie Er jene, die vor ihnen waren, zu Nachfolgern machte; und dass Er gewisslich für sie ihre Religion befestigen wird, die Er für sie auserwählt hat; und dass Er gewisslich ihren (Stand), nach ihrer Furcht, in Frieden und Sicherheit verwandeln wird: Sie werden Mich verehren, (und) sie werden Mir nichts zur Seite stellen. Wer aber hernach undankbar ist, das werden die Empörer sein.

حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

عن النعمان بن بشير عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إِنَّكُمْ فِي النُّبُوَّةِ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْيَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ مُلْكًا عَاضًّا، فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَكُونَ، ثُمَّيَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّة" ثُمَّ سَكَتَ.

حضرت نعمان بن بشیر حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے درمیان، نبوت موجود رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ نبی کو اپنے پاس بلالینے کے ذریعہ نبوت کو اٹھالے گا اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہو گی اور وہ اس وقت

تک قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔(یعنی تیس سال تک) پھر اللہ تعالیٰ خلافت کو بھی اٹھالے گا اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت کی حکومت قائم ہو گی وہ بادشاہت اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بادشاہت کو بھی اس دنیا سے اٹھالے گا اس کے بعد قہر و تکبر اور زور زبردستی والی بادشاہت کی حکومت قائم ہو گی اور وہ اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بادشاہت کو بھی اٹھالے گا، اس کے بعد پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہو گی اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے

"Das Prophetentum wird unter euch weilen, solange Allah es will. Dann wird Allah es hinwegnehmen. Dann wird ein Khalifentum folgen, und zwar auf der Grundlage des Prophetentums, das so lange andauern wird, wie Allah es will. Dann wird Allah es hinwegnehmen. Ihm wird ein Königtum der Unterdrückung folgen, das so lange andauern wird, wie Allah es will. Dann wird Allah es hinwegnehmen. Danach wird es (wieder) ein Khalifentum geben auf der Grundlage des Prophetentums. Danach schwieg der Prophet.“

(Hadith: Mishkat, Bab-al-Anzar-wa-Tahzir, Ahmad Ibn Hanbal, Band 4, S. 273, Nr. 17680, Tirmizi Babul Ilm)

خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ

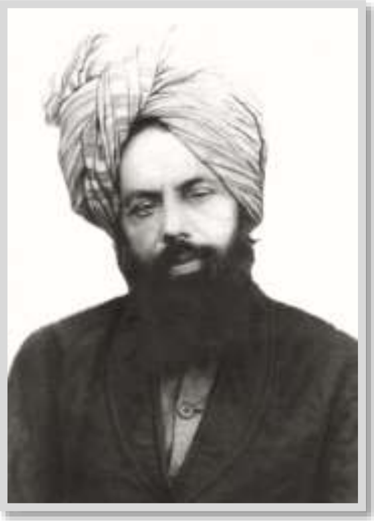

(ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روشنی میں)

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے اُس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اِس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي۔ اور غلبی سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اسکی تخم ریزی اُنہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے۔ لیکن اس کی پوری تکمیل اُن کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ ایسے وقت میں اُن کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کو خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقع دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت دکھاتا ہے (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کا سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق کے وقت میں ہوا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔ یعنی خوف کے بعد پھر ہم پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جب کہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل

میں ان کے مرنے کا ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بیوقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔

سواے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ وہ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا اور وہ دوسری قدرت آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی ہے۔

میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی مجسم قدرت ہوں اور میری بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھاوے کہ تمہار خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجاوے۔

تعلیم الاسلام کالج کی اصل غرض

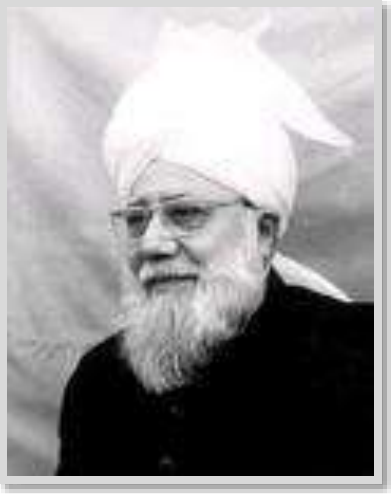

میں ایک لمباعرصہ تعلیم الاسلام کالج کا پرنسپل رہاہوں۔مجھے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی یہ تاکیدی نصیحت تھی کہ ہم نے کالج تبلیغی اغراض کیلئے جاری نہیں کیا۔ بلکہ قوم کی خدمت کیلئے جاری کیا ھے۔ اس لئے اس کی اصل غرض کو مدِ نظر رکھ کر جس حد تک ممکن ہو ان لوگوں کی بھی خدمت کرو جن کا تعلق عقیدہ کے لحاظ سے جماعت احمدیہ کے ساتھ نہیں۔ چنانچہ ہر عقیدہ اور ہر خیال کے نوجوان بچے ہمارے کالج میں پڑھتے رھے ہیں کالج سے وظیفہ لے کر،اور کبھی اُن پر کسی قسم کا ہلکا سا بھی مذہبی لحاظ سے دباؤ نہیں ڈالا بلکہ 1953ء میں کچھ نوجوان ایسے تھے۔جن کو کالج ہر قسم کی سہولتیں دے رہا تھا۔ لیکن جو آگ اُس وقت لاہور میں لگی ھوئی تھی (تعلیم الاسلام کالج اس وقت لاہور میں تھا) اس میں بھی وہ شامل ہو جاتے تھے۔جب میرے پاس ان کی شکایت پہنچی تو شکایت کرنے والے کو بڑا غصہ تھا۔میں نے اسے کہا دیکھو!

یہ کالج اس لئے تو نہیں کھولا گیا کہ جماعت کی اس سے تبلیغ کی جائے۔یہ کالج قوم کی تعلیمی اغراض کیلئے کھولا گیا ھے۔ جن لڑکوں کی تم شکایت کر رھے ہو ان کو ہم مالی سہولتیں اس لئے دے رہے ہیں۔ ایک کہ وہ تعلیم میں اچھے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ مالی لحاظ سے وہ غریب ہیں۔ اور اپنے وسائل سے اور اپنے پیسے سے وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے ہم ان کو وظیفہ دیتے ہیں۔ دراصل شکایت کرنے والے کا مطالبہ یہ تھا کہ ان کو وظیفہ اور دیگر سہولتیں بند کر دی جائیں۔ میں نے کہا نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

(خطبہ جمعہ 5 نومبر 1976ء خطباتِ ناصر جلد ششم صفحہ 568 صفحہ 569)

یاد دہانی

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

مورخہ ۲۴ ستمبر کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ازراہ شفقت کالج کے سابق طلباء کے سالانہ ڈنر میں بنفس نفیس شامل ہوئے اور اپنے خطاب میں جہاں آپکی اس تنظیم کو pioneer ہونے کا درجہ دیا اور وظائف کی اس سکیم پر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور آپ کا شکریہ ادا کیا ساتھ ہی اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا کہ پاکستان کے حالات کا تقاضا ہے کہ وظائف کی اس پیشکس کو وسعت دی جائے۔ حضور کے اس خطاب کی full text توالفضل ربوہ مورخہ ۱۳۔ اکتوبر میں چھپ چکی ہے۔ خاکسار حضور کی ہدایات جن پر ہمیں فوری عمل کرنا ضروری ہے آپکی خدمت میں پیش کرتا ہے اس امید کے ساتھ کہ آپ ان امور کی طرف فوری توجہ دیں گے۔

ا۔ فرمایا" چھ سال میں آپکو بہت آگے بڑھ جانا چاہئے تھا۔ بعض کام جو ہونے چاہئیں تھے اور جو وعدے تھے۔ جو جذبہ تھا اس کو قائم نہیں رکھا جاسکا۔ نہ صدر نہ انتظامیہ قائم رکھ سکتی ہے جب تک ہر ممبر میں ایک جوش اور جذبہ نہ ہو"

پھر فرمایا" ماں کے طرح اس درسگاہ نے ہمیں سنبھالا ہے۔ اس کی لاج رکھتے ہوئے جو منصوبے آپ نے بنائے ہیں ان کو پورا کرنے میں بھرپور کردار ادا کریں"

فرمایا" ممبر شپ کو وسیع کریں۔ اپنے بچوں کو ساتھ شامل کریں۔ المنار کا اجراء کریں اور اس میں ایک صفحہ جرمن زبان میں شامل کریں"

پیش لفظ

خاکسار آغاز سے ہی ایسوسی ایشن سے منسلک ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حتیٰ المقدور اس کے استحکام کے لئے کوشاں ہے۔ میں تمام سابق طلباء کا با لعموم اور بہت سے عزیز دوستوں کا (جو تعلیم الاسلام کالج میں پڑھے بھی نہیں) بالخصوص، تہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے فراخدلانہ مالی معاونت کے ذریعہ ہمیں اس قابل بنایا کہ ہم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مالی لحاظ سے کمزور طلباء کی امداد کے لئے وظائف کی پیشکش کا وعدہ ہر سال پوار کر رہے ہیں۔ گزشتہ سال ہم نے نہ صرف یہ کہ بیس لاکھ روپیہ سکالرشپ فنڈ میں صدر انجمن کی خدمت میں پیش کیا بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے آٹھ ہزار یورو بیت الفتوح کہ تعمیر نو ع کی مد میں بھی حضو کی خدمت میں پیش کرنے کی توفیق پائی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

دسمبر 2017 میں ایسوسی ایشن کے نئے انتخابات ہوئے اور میری عمر اور صحت کے پیش نظر میری معذرت قبول کرتے ہوئے دوستوں کی اکثریت نے صدارت کی ذمہ داری مکرم محترم ڈاکٹر نعیم احمد طاہر صاحب کے سپرد کی۔ محترم ڈاکٹر صاحب بطور صدر قضا بورڈ جرمنی بھی جماعت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غیر معمولی علمہ، ذہنی اور انتظامی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور مجھے یقین ہے وہ ایسوسی ایشن کو انشاء اللہ مجھ سے بہتر آگے لے کر جائیں گے۔ میری دوستون سے درخواست ہے کہ مکرم ڈاکٹر صاحب سے اسی طرح تعاون جاری رکھیں جیسے میرے ساتھ تھا۔ ایسو سی ایشن کی صدارت سنبھالنے کے بعد انہوں کے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی کہ خاکسار حمید احمد، سابق صدر کو ایسوسی ایشن کا Patron یعنی سرپرست مقرر فرمایا جائے۔ اس درخواست کو منظور فرماتے ہوئے حضور نے سرپرستی کی ذمہ داری خاکسار کے سپرد فرمادی۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب نے جب تقسیم کار فرمایا تو وظائف کے لئے عطیات جمع کرنے کی ذمہ داری خاکسار کے سپرد کر دی۔ اس کے علاوہ المنار، جس کے ایڈیٹر بحثیت سکرٹری اشاعت مکرم چوہدری عبد الغفور ڈوگر صاحب ہیں، ان کی بھی خواہش ہے کہ اس کام میں ان کی اعانت کروں۔ میں دونوں امور میں حتی الوسع اپنے عزیزوں کی معاونت کے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ میری درخواست ہے کہ دوست پہلے کی طرح نہ صرف نئے عہدیداروں کے ساتھ بلکہ میرے ساتھ بھی تعاون جاری رکھیں گے۔

خاکسار حمید احمد چوہدری

پیغام صدر

گزشتہ دسمبر میں جنوری 2018 سے شروع ہونے والے اگلے تین سال کے لئے ایسوسی ایشن کے عہدیداروں کا انتخاب ہوا۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری کے بعد تمام عہدیداروں کو ان کی ذمہ داریوں سے مطلع کیا گیا۔ المنار کا یہ شمارہ چونکہ اس سال کا پہلا شمارہ ہے اس لئے دیگر ممبران کی سہولت کے لئے نئے عہدیداران کی فہرست اس میں شائع کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ دوستوں کو معلوم ہے اس تنظیم کی بنیاد حضور انور کی اجازت سے 2005 میں رکھی گئی۔ تنظیم کے قیام کا مقصد تعلیم الاسلام کالج کی اعلیٰ اقدار اور روایات کو زندہ رکھنا اور آنے والی نسلوں کو ان سے روشناس کروانا ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ کالج کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے کے لئے پاکستان میں زیر تعلیم ضرورت مند طلباء کی مالی معاونت کے لئے وظائف پیش کئے جائیں۔ حضور انور نے اس تجویز کو منظور فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر سال ایک مناسب رقم اس مقصد کے لئے صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی خدمت میں بھجوائی جا رہی ہے۔ سال 2017 میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے 20 لاکھ روپیہ کی رقم سکالرشپ فنڈ میں پاکستان بھجوائی گئی۔ وظائف کی یہ رقم دوستوں کے عطیات کی بدولت جاری ہے۔ اس لئے مخیر احباب کی خدمت میں میری درخواست ہے کہ اس کار خیر میں دل کھول کر حصہ لیتے رہیں۔ تاکہ یہ سلسلہ جاری رہے۔ ایسوسی ایشن سے متعلقہ امور پر مشاورت کے لئے executive committee اور ایڈوائزری بورڈ کے اجلاسات باقاعدگی کے ساتھ منعقد ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ اجلاس عام بھی عنقریب کیا جائے گا۔

آخر میں خاکسار یہ ضروری سمجھتا ہے کہ مکرم پروفیسر حمید احمد صاحب کا ایسوسی ایشن کی طرف سے شکریہ ادا کیا جائے۔ مکرم چوہدری صاحب کی ایسوسی ایشن کے قیام اور اسے منظم کرنے میں بہت اہم خدمات ہیں۔ ن کی ذاتی کوششوں کے نتیجہ میں وظیفہ کی مد میں عطیات دینے والے احباب کی تعداد میں اور ممبران کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں اور ان کے تجربات سے مستفیض ہونے کی خاطر خاکسار نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں درخواست کی کہ مکرم چوہدری صاحب کو ایسوسی ایشن کا patron مقرر کر دیا جائے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اس کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرم چوہدری صاحب کو صحت والی لمبی زندگی دے اور وہ پہلے کی طرح تنظیم کی رہنمائی اور خدمت کرتے رہیں۔ اس کے علاوہ دوستوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہمبرگ کے علاقہ میں مکرم چوہدری منیر احمد ناصر باجوہ صاحب حسب سابق بطور نائب صدر ایسوسی ایشن اپنی گراں قدر خدمات جاری رکھیں گے۔

خاکسار ڈاکٹر نعیم احمد طاہر

صدر ایسوسی ایشن

اداریہ

قارئین کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

المنار جرمنی کا یہ شمارہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی یاد کے لئے مختص کیا جارہا ہے۔ آپ خاندان مسیح موعودعلیہ السلام کے ایسے وجودوں میں سے تھے جن کو پوری زندگی جماعت کی بھرپور خدمات کی توفیق ملی۔ آپ کی خدمات کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ تعلیم الا سلام کالج میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کی تنظیموں میں خدمت کی توفیق پائی۔ پھر جب خلیفہ وقت نے ان کی خدمات صدر انجمن احمدیہ کے سپرد کردیں تو ناظر امور عامہ اور آخر میں ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ اور امیر مقامی کے طور پر انہوں نے نہایت جا نفشانی سے اپنے فرائض ادا کرکے اپنے واقف زندگی ہونے کا حق ادا کیا۔ باوجود اس کے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیاوی لحاظ سے ایک نہات قابل احترام مقام عطافرمایا تھا مگر وہ ایک سادہ، درویش صفت، منکسر المزاج، ملنسار انسان تھے۔ خلافت سے وفا کا تعلق، اس کی اطاعت اور جماعتی نظام کا احترام ان کی اولین ترجیح ہوتی تھی۔ اور ہمیشہ انہی امور کی ہدایت فرماتے تھے۔ آپ کو احمدیت کے چار خلفاء کی قریبی صحبت اور خدمت کی سعا دت نصیب ہوئی۔ 1974 کی ابتلاء کے دور میں آپ کو اپنے برادر اصغر مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد کے ساتھ شب وروز خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ساتھ فدائیت سے کام کرنے کی توفیق ملی۔

یوں تو خاکسار کو آپ کا تعارف بچپن سے ہی تھا مگر آپ کو قریب سے دیکھنے کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا اور آپ پہلی دفعہ انگلش پڑھانے کلاس میں تشریف لائے۔ بہت ہی شستہ زبان اور پڑھانے کا مشفقانہ دھیما لہجہ۔ ہر طالب علم سے پیار۔ پاکستان سے باہر آنے کے بعد ملاقاتیں تو کم ہو گئیں مگر جب بھی ملاقات کا موقع ملا ان کی شفقت اور محبت وہی رہی۔ آخری تین چار سال تو میں باقاعدہ پاکستان جاتا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ نہایت گرمجوشی سے ملتے اور حال احوال پوچھتے۔ تنہائی پسند تھے۔ ہجوم سے دور رہنا پسند کرتے تھے۔ نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے مگر ہمیشہ مسکرا کر ملتے۔ بیماری کے آخری ایام میں بھی اپنے جماعتی فرائض کا فکر رہا اور ہدایات اور راہنمائی کو سلسلہ جاری رہا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عبدالغفور ڈوگر

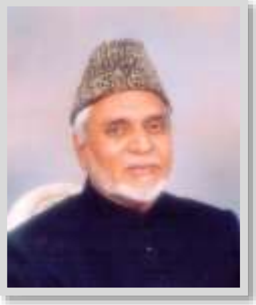

مکرم محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم

(از طرف مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلی تحریک جدید پاکستان ربوہ)

1954 میں تعلیم الاسلام کالج جب لاہور سے ربوہ منتقل ہوا۔ تو خاکسار اس وقت ایم۔اے ریاضی کے دوسرے سال میں تھا۔ بقیہ تعلیم مکمل کرنے کے لئے خاکسار تعلیم الاسلام کالج سے گورنمنٹ کالج لاہور migrate ہو گیا۔ اور نیو ہوسٹل گورنمنٹ کالج میں رہائش اختیار کی۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم بھی اسی ہوسٹل میں رہائش پذیر تھے اور ایم۔اے انگریزی کے پہلے سال میں تھے۔

خاکسار اکتوبر 1955 کو ایم اے ریاضی کر کے جماعت کی طرف سے تعلیم الاسلام کالج میں لیکچرار مقرر ہوا۔ مکرم صاحبزادہ صاحب مرحوم 1956 میں ایم اے انگریزی کر کے تعلیم الاسلام کالج میں شعبہ انگریزی کے صدر مقرر ہوئے۔ اور آپ نے کالج کے شعبہ انگریزی کو reorganize کیا۔ آپ انگلش پڑھانے میں بہت ماہر تھے۔ آپ کی دن رات کی محنت سے کالج کے طلباء کا انگریزی کا معیار کافی بلند ہوا۔

کالج میں ہم نے 16 سال اکٹھے کام کیا۔ 1972 میں جب کالج nationalize ہو گیا تو آپ نے جماعت سے درخواست کی کہ میں واقف زندگی ہوں جماعت مجھ سے خدمت لے۔ چنانچہ آپ کو حضرت میر داود صاحب مرحوم کی وفات کے بعد ان کی جگہ ناظر خدمت درویشاں مقرر کر دیا گیا۔ بعدہ بطور ناظر امور عامہ اور پھر ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ اور امیر مقامی تاوفات مقبول خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ 1974 میں خاکسار نے بھی کالج کی ملازمت (جو سرکاری ملازمت تھی) سے استعفی دے دیا۔ اور اکتوبر 1974 میں خاکسار ناظر ضیافت مقرر ہوا۔

اس 62 سال کے عرصہ میں ہمارے سپرد جو کام تھے ان کے علاوہ رضاکارانہ فرائض کی ادائیگیوں میں بھی لمبا عرصہ کام کیا۔ خاکسار کو حضرت میر داود احمد صاحب کی وفات پر افسر جلسہ سالانہ مقرر کیا گیا۔ تو آپ 1973 سے 2003 (جب ناظر اعلیٰ مقرر ہوئے) تک میرے ساتھ جلسہ سالانہ کی مختلف ڈیوٹیوں میں شامل رہے۔ پہلے بطور ناظم لنگر۔ پھر بعدہ بطور نائب افسر جلسہ جلسہ کی ڈیوٹیوں میں شرکت کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ان میں بھرپور حصہ لینا پڑتا تھا۔ اور بہت وقت دینا پڑھتا تھا۔ آپ بہت فرض شناس تھے۔ آپ نے جلسہ کی ڈیوٹیوں کے بھرپور طور پر نبھایا۔

جلسہ سالانہ کے سب سے بڑے لنگر نمبر 1 (دارالصدر) میں ناظم تھے اور لنگر میں 23 دسمبر کو کھانا پکنا شروع ہوا تو اس دن اپنا Sleeping Bag لے کر لنگر آ گئے۔ اور پھر 31 دسمبر تک جب لنگر بند ہوا لنگر میں ہی رہے اور مفوضہ فرائض ادا کئے۔ فرماتے تھے کہ جب تک 24 گھنٹے سر پر نہ بیٹھو لنگر کا کام صحیح نہیں چلتا۔

پھر ناظم مہمان نواری دارالعلوم بھی مقرر ہوئے۔ دارالعلوم کے لنگر نمبر 3 کے تحت آنے والی قیام گاہوں (جامعہ احمدیہ، تعلیم الاسلام ہائی سکول و کالج، فضل عمر ہوسٹل اور دیگر قیام گاہوں) میں ٹھہرنے والے مہمانوں کی مہمان نوازی کی نگرانی آپ کے سپرد تھی۔ مہمانوں کو رہائش ملے، مکان وقت پر ملے، بجلی اور پانی کی ضرورتیں پوری ہوں۔ ان سب باتوں کا آپ خیال رکھتے۔ آپ کا دفتر تعلیم الاسلام کالج میں تھا۔ لیکن ہر قیام گاہ میں موقع پر جا کر کام کو دیکھتے۔ مہمانوں سے ملتے۔ ان کی خیریت دریافت کرتے وغیرہ۔

پھر نائب افسر جلسہ سالانہ بھی رہے۔ افسر جلسہ کی بھرپور معاونت اور نہایت محنت سے اور جانفشانی سے فرائض ادا فرمائے۔

خاکسار جب خدام الاحمدیہ کا صدر تھا تو آپ 4 سال تک نائب صدر رہے۔ پھر خاکسار انصار اللہ کا صدر رہا۔ 1982 تا 1999 (17 سال) سارے عرصہ کے دوران آپ نائب صدر کے فرائض ادا کرتے رہے۔ خاکسار کے ساتھ کالج کے زمانہ میں اور جلسہ سالانہ اور دارالضیافت کی ڈیوٹیوں میں تحریک

جدید کے کاموں میں، انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کے کاموں میں ہمیشہ مفید مشورے دیئے، بے حد تعاون فرمایا اور عمر بھر باقاعدگی سے پروگراموں میں شرکت کی۔

آپ کی غیر معمولی خدمت کا تعلق 1974 کے فسادات سے ہے۔ اپریل 1974 سے لے کر کم و بیش ماہ نومبر 1974 تک آپ نے اور صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب مرحوم نے متاثرین کا خیال رکھنے میں حضرت خلیفتہ المسیح الثالث کی معاونت میں دن رات ایک کر دیے۔ خاکسار بھی ان دونوں کا معاون تھا۔

آپ نے 2000 تا 2003 (4 سال) مجلس انصار اللہ پاکستان کی صدرات کی اور نہایت عمدگی سے فرائض ادا کئے۔ ہم دونوں نے مل کر لندن، پاکستان اور بیرون پاکستان جماعتوں کے دورے کئے۔ 2015 میں حضور انور کے ارشاد پر ماریشس جماعت کی صد سالہ تقریبات میں ماریشس جانے کا موقع ملا۔

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے 61 سال تک سلسلہ کی خدمت کی توفیق پائی۔ الحمد اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو۔

سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی کے نئے عہدیداران برائے 2018 تا 2020

ڈاکٹر نعیم احمد طاہر	صدر
عرفان احمد خان	نائب صدر و سیکرٹری تجنید
شیخ منصور احمد	سیکرٹری و سکرٹری ضیافت
چوہدری حمید اللہ ظفر	سیکرٹری مال
چوہدری عبد الغفور ڈوگر	سیکرٹری اشاعت
چوہدری منیر احمد باجوہ	مینیجر المنار

ممبران ایڈوائزری کمیٹی:

سید محمد احمد گردیزی۔ میجر عبد الوحید ظفر رانا۔ عبد الرحمان مبشر۔ چوہدری داؤد احمد چیمہ۔ خلیق اختر بسرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم

رفتید ولے نہ از دلِ ما

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی وصدر صدر انجمن احمدیہ پاکستان مورخہ ۱۸؍ جنوری ۲۰۱۸ء کو رحلت فرما ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

آپ حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے چشم وچراغ تھے، نیک سرشت اور پاک طینت تھے۔ جس پاکیزہ اور روحانی ماحول میں پرورش یافتہ ہوئے وہ بھی نعم العطا تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد کی صحبت وتربیت اور دعائیں، حضرت مصلح موعودؓ، حضرت اماں جان، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے پاک نمونے، اس انتشار روحانیت اور نزول انوار الٰہی کا اثر تھا کہ آپ کے صافی قلب پر ملائکہ کی تحریک کارفرما ہوئی اور بارہ تیرہ سال کی عمر میں ہی آپ نے اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کرنے کی سعادت پائی۔ اس صغر سنی میں یہ جذبۂ خدمت دین محض خدا تعالیٰ کا فضل اور احسان تھا جو آپ پر ہوا۔ خدا تعالیٰ نے توفیق دی کہ ساری عمر اس عہد کے تقاضوں کو پورے صدق وصفا اور اخلاص ووفا کے ساتھ کماحقہٗ پورا کرنے میں صرف کی۔

درویش صفت اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور رکھنے میں کوشاں رہنے والے وجود تھے۔ اسلامی شعار کے پابند، اعلیٰ اخلاق کے مالک، پاکیزہ اقدار سے متصف، جماعتی روایات کے پاسدار اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن یعنی اسلام کی سربلندی کے لئے ان کے دل میں ایک جوش اور تڑپ تھی جو ہر گام جلوہ گر ہوکر آپ کو اقدام پر کمربستہ رکھتی۔ یہ نیک خصائل اور پاک شمائل بزرگ محترم المقام تھا اور ہے۔ جس کا تعلق خاطر آپ سے قائم تھا وہ تو آپ کا گرویدہ تھا ہی۔ جسے ایک آدھ مرتبہ ملنے کا اتفاق ہوا اس کے دل پر بھی آپ کی نیکی اور خوبی کا نقش مرتسم ہوا۔

آپ کی شخصیت ہشت پہلو تھی۔ جس پہلو پر نگاہ پڑتی ہے وہ خوب تر اور دلربا۔ جو انداز آنکھوں کے سامنے آتا ہے خوش تر اور دل آویز۔ جو آپ کا مزاج شناس ہوا آپ کا مشتاق اور گرویدہ ہوا۔ یہ شعر بے اختیار یاد آتا ہے۔

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

آپ کا طویل عرصہ تعلیم الاسلام کالج میں بطور پروفیسر انگریزی کی تدریس میں گزرا۔ آپ کے شاگرد اس وقت دنیا بھر میں موجود ہیں۔ آپ کی رحلت پر ان کے جذبات اور اظہارات منصہ ظہور پر آئے جو آپ کی شخصیت کی جاذبیت اور آپ کے اخلاق کریمانہ اور آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں آپ کی عظمت اور عزت اور فضیلت کے کس قدر گہرے نقوش ثبت ہیں۔

آپ کی طبیعت اور فطرت میں درویشی، عزلت نشینی اور کم آمیزی کا زیادہ میلان تھا۔ پبلک ہونا پسند خاطر نہ تھا۔ جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں ضرورت کی حد تک پبلک میں آتے۔ خاموشی سے اپنے کام میں منہمک اور مستغرق رہتے۔ اس کے باوجود احباب سے ذاتی تعلق اور رابطہ کے لحاظ سے وسیع المشرب تھے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ احمدی بھائیوں سے تعلق اخوت ومحبت اور انس ورأفت آپ کے دل کی تمنا اور آرزو ہوتی۔ مخلص، ایثار پیشہ، وفادار اور مسکین لوگوں سے اس محبت اور وارفتگی سے معاملہ رکھتے کہ حیرانی ہوتی تھی۔

میرے ایک پیارے اور محترم استاد پروفیسر حمید احمد صاحب جو جرمنی میں مقیم ہیں انہوں نے مجھے حکم فرمایا کہ (وہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کے میگزین **"المنار"** کا ایک شمارہ محترم صاحبزادہ صاحب مرحوم کے ذکر خیر پر مشتمل شائع کر رہے ہیں۔) اس کے لئے کچھ لکھ کر بھجواؤ۔ ہر چند عذر

کیااور عرض کیا کہ یہ میرے لئے عقدہ دشوار ہے۔ اوّل جذبات کو الفاظ میں ڈھالنا ہر آدمی کے بس کا روگ نہیں اور میں تو اس میدان میں بالکل ناکارہ ہوں۔ استاذی المکرم کے حکم کی تعمیل میں کوشش کر رہاہوں۔ وباللہ التوفیق۔

جب سوچنے لگا تو جذبات ہیں، تاثرات ہیں یادوں کا ایک ہجوم ہے جو امڈ آیا ہے مگر کہاں سے شروع کیا جائے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ سوچتے سوچتے ایک راہ سوجھی کہ محترم صاحبزادہ صاحب مرحوم کی شخصیت کا کوئی ایسا پہلو تلاش کرکے پیش کیا جائے جس سے لوگ بظاہر کم آگاہ ہوں۔ یہ معمول کی بات ہے کہ بعض گوشے ایسے ہوتے ہیں جو توجہات عامہ سے اوجھل ہوتے ہیں بہر حال اب اس راہ کی بڑی مشکل اس مطلوب موضوع کی تلاش ٹھہر گئی۔ سو آپ کی شخصیت کے جمالیاتی پہلو یعنی اعلیٰ ادبی ذوق کی ایک جھلک پیش ہے۔

موصوف نہایت خوش طبع اور شگفتہ مزاج تھے۔ حلقہ احباب میں تشریف فرما ہوتے تو جان محفل ہوتے۔ شستہ اور شگفتہ باتیں کرتے اور باتیں ان کی شنیدنی ہوتیں۔ علم مجلسی کے رموز کے گہرے واقف تھے اور سامعین کی توجہ کو جذب کرنے کی قابلیت سے بحصہ وافر میسر تھا۔ بچے تلے انداز میں اپنا مدعا بیان کرنے میں آپ کو قدرت حاصل تھی۔ جو مضمون بیان کرتے اس کی اٹھان سے لے کر اختتام تک پہنچانے میں اس کا مرحلہ وار اور ترتیب وار اظہار کرتے۔ بالعموم گفتگو میں انسان پورا خیال نہیں رکھتا مگر آپ الفاظ کے چناؤ، ان کا تلفظ اور استعمال کے محل اور موزونیت کا اہتمام و التزام کرتے۔ فقروں کی بندش اور ترکیب، محاورہ کا خیال، امثال کا استعمال، موقع کے مقتضی شعر یا مقولہ یا واقعہ لاکر مضمون کا حق ادا کرتے اور مفہوم کو بیّن کر دیتے۔ غرضیکہ آپ کے اظہار و بیان کا اسلوب دلکش اور پیرایہ دلنشین اور لب و لہجہ دلکش اور شائستہ ہوتا۔ اس سے سماعتیں لذت پاتیں اور حظ اٹھاتیں اور ذہن مطمئن اور فیضیاب ہوتے۔ ہر موضوع پر بات چلانے کی استعداد تھی۔ کثیر مطالعہ کی بنا پر وافر معلومات ذہن میں محفوظ ہوتیں جو بوقت ضرورت مستحضر ہو جاتیں۔

اردو اور انگریزی لٹریچر پر دسترس حاصل تھی۔ فارسی اور عربی لٹریچر سے بھی بخوبی آشنا تھے۔ سخن شناس اور بذلہ سنج تھے۔ کہتے ہیں شعر فہمی شعر گوئی سے مشکل تر ہے۔ آپ کو شعر فہمی کا ملکہ حاصل تھا، محاسن شعر اور اس کے معائب جانچنے اور شعر کے ظاہری حسن اور خوبصورتی اور معنوی عظمت اور وقعت کا اندازہ کرنے کی استعداد و قابلیت تھی۔ شعر میں حکمت و دانائی، خیال کی ندرت و رعنائی، تشبیہات و استعارات کے خوبصورت استعمال کو سراہتے۔ سہل ممتنع اور غنائیت و نغمگی مرغوب خاطر تھی۔ خوشی محمد ناظر صاحب کی طویل نظم جوگی (راز حقیقت) ناصر کاظمی اور سلیم جعفری کی نظموں اور جوش ملیح آبادی کی انقلابی نظموں کی تعریف کرتے تھے۔ فیض احمد فیض کا کلام بہت پسند تھا۔ اساتذہ اور عصر حاضر کے معروف شعراء کا کلام آپ کے مطالعہ میں تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت پر ایک مرتبہ آپ نے جناب احمد فراز سے ملاقات کی۔ راقم بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ ان کو ایک دعوت کا پیغام دینا تھا۔ لیکن وہاں شعر و شاعری اور ادب میں تحریکات وغیرہ پر بات چل نکلی۔ چند منٹ کی ملاقات تھی لیکن آپ سے گفت و شنید میں جناب احمد فراز کی دلچسپی کی وجہ سے یہ سلسلہ کلام تادیر جاری رہا۔ الوداع کہتے ہوئے کہا کہ آپ سے ملاقات کا بڑا مزہ آیا۔

اسی گفتگو میں جناب احمد فراز نے یہ ذکر کیا کہ میری ایک نظم پر ''سرکار'' نے مواخذہ کی ٹھان لی تو مجھے مجبوراً ملک سے نکلنا پڑا۔ اس نظم کا پس منظر بھی آپ لوگوں کے خلاف مظالم تھا۔ کچھ عرصہ ملک سے باہر رہا۔ وہاں میرے پاسپورٹ کی مدت ختم ہو گئی۔ میں پاسپورٹ بنوانے کے لئے پاکستانی سفارتخانہ گیا اور عرض مدعا کیا خیر عملہ نے بطور خاص توجہ دی۔ فارم لاکر میرے سامنے رکھا۔ فارم پڑھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ ایک حلف نامہ نما عبارت اس میں مندرج تھی جس پر مجھے دستخط کرنے کو کہا گیا اور وہ عبارت مرزا غلام احمد قادیانی کے بارہ میں تھی۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ میں نے اس پر دستخط نہیں کرنے۔ کہا گیا کہ یہ تو بہر حال لازم ہے اور اپنا عقیدہ ظاہر کرنا ضروری ہے۔ میں نے کہا کہ میں اس شخص مذکور کو نہیں جانتا۔ میں اس کی تکذیب کس بنا پر کروں؟ مجھے اور فارم لاکر دو جس پر یہ حلف نامہ نہ ہو۔ اور کچھ تلخی بھی ہو گئی۔ اس پر وہ ایک فارم لائے جس پر مطبوعہ

فارم میں جہاں حلف نامہ تھا پر کاغذ رکھ کر اس کی فوٹو سٹیٹ نکالی گئی۔ مجھے اس پر بھی اعتراض تھا۔ میں نے بڑا واویلا کیا اور اس ہنگامہ پر عملہ نے گھبرا کر بغیر فارم پُر کروائے ہی پرانے پاسپورٹ کے مطابق مجھے نیا پاسپورٹ جاری کر دیا۔ یہ لوگ عجیب ہیں۔ خدا کو مانتے ہیں اور انسانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

ایک دفعہ محترم میاں صاحب کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔ ایک شعر دوران گفتگو آپڑا۔ فرمانے لگے۔ یہ شاعر جو بڑی محنت اور جانکاہی اور انہماک سے بڑے بڑے مضامین کو بڑے سلیقہ اور مہارت سے اپنے اشعار میں کوزہ بند کرتے ہیں ان کے اشعار کو پڑھ کر ایک گونہ لذت اور سرور کا احساس ہوتا ہے۔ کلفت اور کوفت کو آسودگی ملتی ہے۔ گو یہ عارضی کیفیت ہوتی ہے لیکن ہوتی تو ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا اور جب سے یہ تخلیق ہوا اس پر ایک زمانہ گذر جاتا ہے۔ لاکھوں ہزاروں نے اس شعر کی ناز کی اور لطافت کا حظ اٹھایا۔ یہ عمل بھی قابل تحسین تو ہے۔ ان کو اگلے جہاں کچھ رعایت تو ملے گی؟ نیز فرمایا بعض اشعار میں سوقیانہ پن اور لچر باتیں یا محض مبالغہ آرائی کے قصے ہوتے ہیں لیکن اکثر اشعار بلیغ حکمتوں اور سچائیوں، دانائی اور دانش مندی کی باتوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ پھر جذبات واحساسات کی ترجمانی اور تجربات ومشاہدات کا نچوڑ حسن فطرت کی عکاسی، انسانی حسن کی تصویر کشی۔ ان حکمتوں اور دل کی واردات اور کیفیات کو اس پیرایہ میں بیان کرنا کہ ابلاغ ہو اور اثر انگیز ہو۔ یہ شاعر کا ہی کام ہے۔

شعر کی صنف کلام میں یہ خوبی اور وصف ہے کہ دقیق اور لطیف مضامین کو بڑی خوش اسلوبی اور خوبصورتی اور مہارت کے ساتھ مضمون بند کیا ہوتا ہے۔ الفاظ کو اس ترتیب میں لا کر کہ اس میں موزونیت اور غنائیت کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے شعر جاذب توجہ، اثر پذیر اور جلد حافظہ میں جا گزیں ہوتا ہے اور بوقت ضرورت مستحضر ہوتا ہے۔

جن اشعار میں خیال کی بلندی اور ندرت اور حسن بیان ہو وہ تو یوں لگتا ہے کہ القائی ہیں۔ غالب نے خوب کہا

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

آپ نے سعدی کی اس نعت کی مثال دی بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کہ صدیوں سے یہ نعت زباں زد عام وخاص ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سارا کلام تازہ اور زندہ اور سدا بہار ہے۔ جس تواتر اور کثرت سے یہ پڑھا جاتا ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ حضرت میر محمد اسماعیلؓ کی مشہور نعت کس قدر متداول و مشہور ہے وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال اچھا شعر خیال انگیز، جذبہ انگیز اور اثر آفریں ہوتا ہے اور دل کی تاروں پر مضراب کا کام کرتا ہے جس کی صوتی لہریں دل و دماغ کو متحرک اور روح میں وجد اور سرور پیدا کر دیتی ہیں۔

ایک دفعہ فرمایا۔ کبھی کبھی جب یکسانیت کا غلبہ ہو اور بے زاری وارد حال ہو تو میں بستر پر لیٹ کر کسی اچھے نغز گو شاعر کے دیوان کا مطالعہ کرتا ہوں تو لذت حاصل ہوتی ہے۔ آپ اردو کے علاوہ عربی اور فارسی دیوان بھی زیر مطالعہ لاتے۔ مثنوی مولانا روم، دیوان حافظ، بوستان سعدی اور دیوان بیدل وغیرہ کے شعروں کا تذکرہ فرماتے۔ آپ کا انتخاب حُسنِ انتخاب ہوتا۔ ایسی ہلکی پھلکی باتیں آپ بے تکلف دوستوں میں کرتے۔ آپ کی عام گفتگو میں یہ اذکار نہ ہوتے تھے۔

اس پر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک واقعہ جو حضرت پیر سراج الحق نعمانیؓ نے تذکرۃ المھدی میں تحریر فرمایا ہے یاد آرہا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بھی کبھی بیمار ہو جاتے یا لکھتے لکھتے تھک جاتے تو فرماتے صاحبزادہ صاحب کو بلاؤ۔ ان سے کوئی غزل سنیں گے اور میں سنا دیتا تو آپ کی تکلیف میں تسکین ہو جاتی۔

ایک روز فرمانے لگے صاحبزادہ صاحب کوئی غزل سناؤ کہ تمہاری آواز بہت پیاری معلوم ہوتی ہے۔ ہم میں بھی چشتیت ہے۔ جہاں چھاپہ خانہ ضیاء الاسلام ہے وہاں رہتا تھا اور میرے گھر کے آدمی سرساوہ تھے۔ ایک روز صرف میں اکیلا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے سر میں درد

شدت سے تھا۔ وہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میرے پاس آکر لیٹ گئے اور فرمایا ہماری پنڈلیاں دباؤ۔ میں دبانے لگا۔ پھر فرمایا صاحبزادہ صاحب کوئی غزل پڑھو۔ میں نے یہ غزل نظیرؔ کی خوش الحانی سے سنائی۔ فرمایا قوالی کی طرز میں پڑھو۔ پھر میں نے پڑھی۔

لگ رہے تھے دل کئی چنچل پری زادوں کے ساتھ

کچھ نکالی تھی ہوس کچھ اور بھی ارمان تھے

جب میں اس مصرعہ پر "کچھ نکالی تھی ہوس" پہنچا فرمایا پھر کہو۔ پھر پڑھا۔ پھر فرمایا۔ پھر پڑھو۔ پھر فرمایا۔ یہ مصرعہ بہت اچھا ہے اور یہی مصرعہ اس غزل کی جان ہے۔ تمام غزل سننے کے بعد آپ تشریف لے گئے۔

حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق نعمانیؓ تحریر فرماتے ہیں۔

"ایک روز حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خوش الحان اور خوش آواز پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔"

رحمت کے اس فیضان سے محترم میاں صاحب مرحوم و مغفور کو بھی حصہ ودیعت تھا۔ آپ خوش الحان اور خوش آواز تھے۔ آپ کی آواز میں سوز و گداز بھرا تھا۔ لہجہ کا زیر و بم دل پر ضربات لگاتا اور وجد اور سرور کی کیفیت پیدا ہوتی۔ الفاظ اپنی کامل تاثیرات کے ساتھ دل میں اترتے اور پُرجوش جذبہ دل میں موجزن کرتے۔

قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھتے۔ درد اور گداز سے لبریز آواز میں تلاوت کرتے۔ میرے ذہن میں وہ کیفیت نقش اور محفوظ ہے اور جب بھی اس کا تصور باندھتا ہوں تو وہی حالت پاتا ہوں جو اس وقت ہوئی تھی۔ آپ پر دو تین موقعے ایسے آئے کہ شہداء کے جنازے نماز فجر کے بعد پڑھے گئے۔ آپ اس روز نماز کی امامت خود فرماتے اور تلاوت بالجہر لمبی کرتے اور جہاں شہدا کا ذکر اور مومنین پر مخالفین کے مظالم اور مفاسد اور ان کے انجام کا مذکور ہے ان حصوں کی تلاوت کرتے۔ ہر بار سوز و الم اور درد و گداز اور غم و دکھ کے جذبات کے وفور سے لبریز اور سرشار لحن سے تلاوت کی کہ مقتدیوں کی آنکھیں اشکبار اور دل پگھل گئے۔ خاص طور پر بعض آیات کی تکرار کی تو ضبط ٹوٹ گئے اور بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ ایسا دردناک اور وجد انگیز نظارہ تھا کہ "اِنِّیْ قَرِیْبٌ" کی آواز کانوں میں گونجی۔

ایک دفعہ یہ عاجز آپ کے ہمرکاب تھا۔ ایک دور کی مسافت در پیش تھی۔ مخالفوں اور ظالموں کی وحشیانہ بربریت کے دردناک واقعہ کے سلسلہ میں یہ سفر لازم ہوا تھا۔ غم اور اداسی تھی۔ دوران سفر خاکسار نے آپ کی خدمت میں درخواست کی۔ درمان درد کی سبیل ہونی چاہیے۔ آپ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی نظم ہی سنادیں۔

مولا سمومِ غم کے تھپیڑے پنہ! پنہ!

اب انتظامِ دفعِ بلیلات چاہیے

خاموش رہے۔ تکرار کی مگر خاموشی ہی رکھی۔ مضطر ہو کر پھر التجا کی۔ بعدہٗ مجھے اپنی بچگانہ بلکہ احمقانہ ضد پر خجالت و ندامت ہوئی۔ خیر آپ نے ترنم کے ساتھ نظم پڑھی۔ اس سے دل پر جو اثر ہوا اس کی کیفیت کے بیان کی مقدرت نہیں۔

آپ صاحب علم و فضل تھے اور علم حقیقی کے حصول کے لئے مجاہدہ اور کوشش میں مشغول و مشغوف رہتے۔ بالخصوص قرآن کریم کے مطالب و معارف کی تحصیل کے لئے غور و تدبر کرتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی خزائن کا ہمیشہ مطالعہ کرتے اور ازدیاد علم کی جدوجہد اور تگ و دو کرتے۔

علم حقیقی یعنی خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات حسنہ کی معرفت کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی شان یکتائی، کبریائی اور عظمت و جلال دل پر نقش پذیر ہوتی ہے اور خشیۃ اللہ کا استیلاء اور غلبہ ہوتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔

علم سے حقائق الاشیاء کی کنہ اور حقیقت کی تلاش میں خدا تعالیٰ کی آیات ظاہر ہوتی ہیں اور انسانی بصیرت کہہ اٹھتی ہے۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ خدا کے علم سے عاجزی، تذلل اور انکساری پرورش یاب ہوتی ہے۔ عبودیت اور بندگی، عبادت وطاعت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔

علم روشنی ہے۔ تنویری شعاعیں اپنے مرکز سے پھوٹ پھوٹ کر چار سو پھیلتی ہیں اور ماحول کو اجاگر اور منور کرتی ہیں۔ عالم کا وجود مرکز فیضان ہوتا ہے اور لوگوں کی علمی تشنگی کی سیر ابی کی سبیل بن جاتا ہے۔ نہد شاخ پُر میوہ بر سر زمین۔

علم میں ترقی یافتہ ہو کر انسان حق الیقین کے درجہ پر رسائی پاتا ہے اور یقین کامل کی آگ گناہ سوز ہو جاتی ہے اور روحانی مدارج حاصل ہوتے ہیں اور انسان خدا نما وجود بن جاتا ہے جو لوگوں کے لئے ایک نیک نمونہ ثابت ہوتا ہے۔

غرضیکہ علم حقیقی کے فضائل اور خصائص، برکات و نیک اثرات مرحوم کے وجود میں مشہود اور جلوہ نما تھے۔ خشیۃ اللہ، عاجزی و تذلل، کائنات پر غور و تدبر، نافع الناس ہونا، خدا تعالیٰ کی صفات کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش۔ یہ آپ کی شخصیت کے نمایاں پہلو تھے۔

محترم صاحبزادہ میاں صاحب مرحوم ایک نہایت ہی پیارا وجود تھا۔ پیار و الفت، مہربانی و شفقت، ہمدردی و رأفت، لطف و عنایت کے پرستار تھے۔

مسکراہٹوں کے پیامبر، نیک جذبوں کے قدردان اور لطافتوں کے معدن تھے۔ وفا کے پیکر، عاجزی کے خوگر اور پیار کے ساگر تھے۔ غریب پرور، بندہ نواز تھے۔ حاجت مندوں کی مشکل کشائی اور ناداروں کی امداد آپ کا مرغوب مشغلہ تھا۔ فیض رساں تھے۔ سب کے لئے دعائیں کرنے والے اور سب کی دعائیں پانے والے۔ ان کی یاد اشکبار کرتی ہے۔ جانے والے لوٹ کر نہیں آتے۔ جانے والوں کی یاد آتی ہے

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی رحلت کی افسوسناک خبر پر یہ دعا فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے اور درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

خان بہادر حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہونے کی نسبت سے تو حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد مرحوم کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شمولیّت کی توفیق پائی تھی۔اوراس طرح حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ سلسلہ احمدیہ میں چوتھے بھائی کی حیثیّت سے انکی اِس شمولیّت سے حضرت مصلح موعودؓ کے حق میں یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی کہ "وہ (مصلح موعود) تین کو چار کرنے والا ہوگا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد کا مختلف مقامات پر نظموں اور نثر میں ناموں کے ساتھ ذکر موجود ہے۔ آپ کا پیشگوئی کے مصداق حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے بوجہ چوتھے قرار پانے کے مبشر اولاد میں شامل ہونا اور اس امر کا اظہار بیعت کی سعادت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ثابت ہوتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

آپ انگریزوں کے دورِ حکومت میں سول سروس میں رہے اور خان بہادر کے خطاب پا کر ریٹائر ہوئے تھے۔ بہت سے احباب کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا ادبی ذوق رکھتے تھے اور ان کا منظوم کلام مختلف کتب اور رسائل میں چھپ چکا ہے۔ المنار کے اس شمارہ میں ان کی ایک نظم شامل کی جارہی ہے جو ان کے قومی ہمدردی کے جذبہ کی عکاسی کرتی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ آئندہ شماروں میں ان کے مطبوعہ منظوم کلام "چند نثر نما نظمیں" میں سے انتخاب کی قارئین کے ذوقی استفادہ کے لئے اشاعت کی جاتی رہے گی۔

مجھے ان کے پوتے حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب نے بتایا کہ ابا جان (حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ) بتایا کرتے تھے کہ وہ تو بچپن ہی میں اپنے دادا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں شامل ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ کالج میں طالب علم تھے تو حضرت اقدس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی نے اطلاع دی کہ ان کا پوتا (مرزا عزیز احمد صاحبؓ) باقی طلباء کے ساتھ ایک ہڑتال میں شامل ہوا ہے، اور یہ بات حضرت اقدس علیہ السلام کی ہدایت اور منشاء کے خلاف تھی۔ اس اطلاع پر ناراض ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں اخراج از جماعت کی سزا دے دی۔ ابا جان (حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ) فرمایا کرتے تھے میں تو پریشان تھا ہی مگر

ہمارے والد یعنی حضرت صاحبزدہ مرزا سلطان احمد صاحب اس قدر پریشان ہوئے کہ مجھے بار بار فرماتے تھے کی جلدی معافی کا خط لکھو۔ حتیٰ کہ جب ان کو معلوم ہوا کہ میں سستی کر رہا ہوں تو خود بٹھا کر مجھ سے معافی کا خط لکھوایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر دل سے یقین رکھتے تھے۔

آپ کا دل طبعاً صاف اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور تھا۔ مجھے ایک بار میرے مرحوم استاد حضرت ماسٹر نور الٰہی صاحب رضی اللہ تعالیٰ نے بتایا (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رحلت کے دنوں میں اسی علاقہ میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے جہاں حضرت صاحبزدہ مرزا سلطان احمد صاحب بھی تعینات تھے) کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کو بذریعہ الہام اپنے والد محترم کی وفات کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ اس بات کی تصدیق محترم حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب بھی کی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت مرزا صاحب گھوڑے پر سوار علاقہ کے دورے پر تھے کہ ان کو غیب سے آواز آئی۔ "ماتم پُرسی"۔ جس کا مطلب انہوں نے یہی لیا کہ حضرت والد صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوگئی ہے۔ وہ اسی وقت اپنے انگریز ڈپٹی کمشنر کے پاس گئے اور یہ کہہ کر چھٹی مانگی کے میرے والد صاحب کی وفات ہوگئی ہے۔ اس نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا ہے، کیا کوئی ٹیلیگرام آیا ہے۔ وہ تو بہت بڑے آدمی ہیں ان کی وفات کی خبر تو فوراً سارے ملک میں نشر ہو جائے گی۔ اس وقت تک کوئی تار نہیں آئی تھی۔ مرزا صاحب نے انگریز افسر کو بتایا کہ تار تو نہیں آئی مگر مجھے خدا تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔ اس پر اس نے کہا آپ چھٹی پر چلے جائیں مگر اس خبر پر یقین نہ کریں۔ بعد میں جلد ہی تار بھی آ گئی کہ حضرت اقدس علیہ السلام رحلت فرما گئے ہیں جس پر وہ انگریز افسر بہت حیران ہوا۔

آپ کی کُتب اُمید ہے کہ اب انٹرنیٹ پر بھی مطالعہ کے لئے فراہم ہو سکیں گی اور اُس دور کے اعلیٰ ادبی لٹریچر کا مطالعہ قارئین کے عمدہ ذوق کی تسکین کا باعث بنے گا۔ نیز اگر کوئی دوست حضرت صاحبزدہ مرزا سلطان احمد مرحوم کے بارہ میں مزید لکھ کر المنار کی زینت میں اضافہ کا باعث بن سکیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔

خاکسار حمید احمد چوہدری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذی المکرم چوہدری حمید احمد صاحب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے خاکسار کو پیغام موصول ہوا ہے کہ رسالہ ’’المنار‘‘ جرمنی کے لئے محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم ومغفور کے متعلق کچھ تحریر کر کے بھجواؤں۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں چند سطور تحریر کر کے بھجوا رہا ہوں۔

بلاشبہ محترم میاں صاحب جیسے وجود بہت کم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور خلافت احمدیہ کو ہمیشہ ان جیسے بے نفس، عشاق خلافت اور سلطان نصیر عطا فرماتا رہے۔ آمین

خاکسار کو تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں محترم میاں صاحب کی شاگردی کا شرف حاصل رہا ہے۔ آپ سے بی اے میں انگریزی پڑھنے کی سعادت ملی۔ محترم میاں صاحب ہمیں English Poetry پڑھاتے تھے۔ تمام تشریح انگریزی زبان میں ہی کرتے تھے۔ ان دو سالوں میں صرف ایک مرتبہ ’’Annals Of History‘‘ کا اردو میں ترجمہ کیا ورنہ صرف انگریزی ہی بولتے تھے۔ آپ کا انگریزی لہجہ انتہائی دلنشیں تھا۔ دل کرتا تھا کہ آپ کا پیریڈ ختم نہ ہو۔ چند ماہ پہلے جب محترم میاں صاحب بیمار تھے تو خاکسار ہسپتال عیادت کے لئے گیا۔ آپ کا ایک پوتا آپ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ میں نے دبانا شروع کیا تو مجھے پہلے تو منع کیا لیکن جب میں نے کہا کہ آپ کا پوتا اور بیٹے آپ کے پاؤں دباتے ہیں تو کیا میں آپ کا بیٹا نہیں۔ اس پر اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ مجھے اجازت دے دی۔ اسی دوران میں نے کہا کہ آپ جب انگریزی پڑھاتے تھے۔ تو آپ کی انگریزی سننے کا بڑا شوق ہوتا تھا۔ یہ الگ بات کہ مجھے سمجھ کچھ نہیں آتا تھا۔ اس پر بہت ہنسے۔

خاکسار کی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خاکسار کی بیٹی کا نکاح ربوہ میں پڑھانے کے لئے محترم میاں صاحب کو اپنا نمائندہ مقرر فرمایا۔ جس روز میری بیٹی کا نکاح پڑھانا تھا۔ اس روز محترم میاں صاحب کی طبیعت کافی خراب تھی۔ دو تین دن سے دفتر نہیں آ رہے تھے۔ اس روز اپنے دفتر کے کارکن مکرم مظفر احمد قمر صاحب کو فون پر کہا کہ آج عصر کی نماز کے بعد لئیق عابد کی بیٹی کا نکاح پڑھانا ہے۔ مجھے حضور نے نکاح پڑھانے کا ارشاد فرمایا ہے۔ میں آج ہی نکاح پڑھاؤں گا۔ اگر مسجد نہ آ سکا تو اپنے گھر بلا کر پڑھا دوں گا۔ آپ کے یہ الفاظ خلافت سے عشق اور وفا اور اطاعت کا بہترین نمونہ ہیں۔

خاکسار کا بڑا بیٹا عزیزم ہبۃ المحسن عابد دسمبر 2017ء میں اپنی فیملی سمیت ہمارے پاس ربوہ آیا ہوا تھا۔ 21 دسمبر کو محترم میاں صاحب کے پاس ہم ملنے گئے تو نہایت شفقت اور پیار سے ملے۔ میرے بیٹے نے عرض کی میاں صاحب کوئی نصیحت فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جہاں بھی رہو، جو بھی کام ہو ہر جگہ وفا پر قائم رہنا۔ پھر ایک مصرع پڑھا۔ **وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے**

پھر خاکسار کی طرف اس طرح دیکھا کہ میں یہ شعر مکمل کر دوں۔ تو خاکسار نے دوسرا مصرع پڑھا۔ **مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو**

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم میاں صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور خلافت کو ہمیشہ سلطان نصیر عطا فرماتا رہے۔ آمین

والسلام　خاکسار　لئیق احمد عابد

خان بہادر حضرت صاحبزدہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم

تفہم بصیرت

نہیں لازم کہ ہر شے کی فقط تم ابتدا دیکھو
نگاہ غور سے انجام دیکھو انتہا دیکھو

کہا کس نے کہ دنیا میں ثانی نہیں تیرا
اٹھا کر ہاتھ میں آئینہ شکل اپنی ذرا دیکھو

بڑھی جاتی ہیں قومیں آگے اور ہم سب سے پیچھے ہیں
اگر ہے شرم تو غیرت کی عینک کو لگا دیکھو

بزرگوں کی کمائی جتنی تھی وہ تو لٹا بیٹھے
اثاثہ جو بچا ہو خال سے اس کو لگا دیکھو

ہوئی غارت حکومت اور لیاقت بھی حکومت کی
اثر عزت کو جو باقی ہے، اب وہ بھی گیا دیکھو

عداوت کا ہوا چرچا اخوت اڑ گئی یکسر
حسد سے کبر و نخوت سے ہر اک کو آشنا دیکھو

ہوا تھا حکم حق ہم کو کہ انساں بھائی بھائی ہیں
کیا ہے مومنوں نے کیا عمل اس پر ذرا دیکھو

ہوئی کیوں ایسی حالت کوئی جاکر قرم سے پوچھے
خدا را خواب غفلت سے ذرا سر کو اٹھا دیکھو

گل و بلبل کے قصوں نے کہو پھل تم کو کیا بخشا
اگر کچھ درد رکھتے ہو تو قصہ قوم کا دیکھو

کوئی عاقل کرے آگاہ کہ تم میں یہ خرابی ہے
تو گوش دل سے اس کو سن کے اس کی انتہا کر دو

یہ لازم ہے کہ اس کو دل میں نقش کا الحجر کر لو
اگر دیور پر فقرہ نصیحت کا لکھا دیکھو

پڑی منجدھار میں ہے ڈگمگاتی قوم کی کشتی
تو کل پر خدا ہے ، نا خدا کا حوصلہ دیکھو

ہر اک جانب سے ذلت اور مصیبت کی چڑھائی ہے
گھرا کن کن مصائب میں ہے اپنا قافلہ دیکھو

لگے ہیں بے عدد کشتقں کے پشتے سا منے اپنے
بتائیں کس کو اور کس سے کہیں یہ ماجرا دیکھو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم

پچھلے کچھ عرصہ میں تعلیم الاسلام کالج کے بہت سے نہایت بزرگ سابق طلباء ہم سے جدا ہو کر اپنے خالق کے حضور حاضر ہو گئے۔ سب سے پہلے محترم امام بشیر احمد رفیق، جن کو ایک طویل رعرصہ بطور امام مسجد لندن کے خدمت دین کی توفیق ملی۔ ان کے بعد محترم مولانا فضل الہیٰ انوری جو جرمنی، نائیجیریا اور گیمبیا کے ممالک میں امیر اور مشنری انچارج رہے اور پھر ہمارے محسن استاد حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ہم سے جدا ہوئے اور ان کے جلد بعد ان کے برادر اصغر صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب بھی احلت فرما گئے۔ اپنے پیاروں کو مرحوم لکھنے سے دل میں درد تو اٹھتا ہے مگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوتے ہوئے اناللہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی ہمارے مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرماتا رہے۔ آمین۔

ان تمام مرحومین کا حق ہے کہ ان کی خدمات کا ذکر کیا جاتا رہے، اور انشاء اللہ گاہے بگاہے کیا جاتا رہے گا۔ مگر اس وقت میں اپنے محسن استاد اور رفیق کار حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کا مختصر ذکر کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد کی شادی کے موقع پر تشریف فرما ہیں۔

خاکسار کا حضرت صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب سے قریبی تعلق ستمبر 1959 سے شروع ہوا، جب میرا تعلیم الاسلام کالج میں بطور لیکچرار تقرر ہوا، اور پھر ان کی رحلت سے دو ہفتہ قبل تک جاری رہا۔ اس نصف صدی کے تعلق میں ان کی نوازشوں کا سلسلہ کبھی مدہم نہیں ہوا۔ ملازمت میں تو وہ میرے head of department تھے مگر کبھی محسوس نہیں ہونے کہ وہ میرے افسر ہیں۔ نہایت مشفقانہ، دوستانہ، ہمدردانہ اور بردرانہ بے تکلفی کا تعلق رہا۔ متعدد اکٹھے سفر کئے۔ دینی اور دنیاوی لحاظ سے وہ ان ایک اعلیٰ ترین خاندان سے تعلق تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے،

خان بہادر حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے پوتے اور حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے فرزند تھے مگر اپنی ذات میں ایک درویش صفت، متقی، متوکل اور منکسر المزاج انسان تھے۔ بہت چھوٹی عمر میں زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی اور پھر خلیفہ وقت نے جو خدمت سپرد کی اسے کما حقہ نبھایا۔ میرے ساتھ تو ان کا کالج کی تقرری کے دوران گہرا تعلق رہا اور میں دیانتداری سے اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ نہایت مہربان، فراخدل۔ عفو اور درگزر کے کام لینے والے رفیق کار تھے۔ بطور استاد اپنے شاگردوں سے محبت اور شفقت کا سلوک کرتے تھے اور ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کرنے والے تھے۔ اس بات کی گواہی ان کا ہر شاگرد دیتا تھا اور دیتا ہے۔ میرے جو ذاتی احسانات ہیں وہ تو عمر بھر جاری رہے مگر میں صرف ایک شفقت کا ذکر اس طرح کرتا ہوں کہ مئی 2016 میں مجھے ایک نجی کام کے لئے پاکستان جانا تھا۔ میں نے حضرت میاں صاحب سے فون پر ذکر کیا کہ میں آنا چاہتا ہوں پر گرمی کی شدت سے ڈر لگتا ہے۔ فرمانے لگے آجاؤ گرمی کا انتظام بھی کر لیں گے۔ میں نے عرض کی خبریں آتی ہیں کہ لوڈشیڈنگ سے بجلی بھی بار بار بند ہوتی رہتی ہے۔ ہنس کر فرمایا تم آجاؤ تمہیں گرمی نہیں لگنے دیں گے۔ اپنے آنے کی تاریخ بتادینا۔ جب میں نے اپنے پہنچنے کی تاریخ بتادی تو میں حیران ہوا جب اگلے ہی روز مجھے افسر صاحب دار الضیافت کا ای میل آیا جس میں لکھا تھا کہ محترم ناظر صاحب اعلیٰ نے ہدایت فرمائی ہے کہ میری رہائش کا بندوبست سرائے محبت میں کیا جائے اور مجھ سے پوچھ لیا جائے کہ کھانے میں کیا احتیاط برتی جائے۔ میری رہائش کا بندوبست تو مکرم محترم چوہدری حمید اللہ صاحب نے گیسٹ ہاؤس تحریک میں کیا ہوا تھا۔ میرے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کی خاص شفقت کا اظہار تھا۔ یہ تو میں نے صرف ایک عنایت کا ذکر کیا ہے۔ ان کی شفقتوں کا سلسلہ تو پچھلی نصف صدی سے زائد عرصہ جاری رہا۔ وہ گاہے بگاہے اپنی زمین پر اوکاڑہ جاتے تھے۔ کئی دفعہ خاکسار کو بھی اس سفر میں ساتھ جانے کا موقع ملا۔ سفر میں ہمیشہ نارمل سے زیادہ خوش گفتار اور خوش مزاج رہتے۔ اوکاڑہ میں اپنے

ملاز میں سے شفقت سے پیش آتے اور انہیں انعام واکرام سے نوازتے۔ میں تو 1970 کے آخر میں پاکستان چھوڑ کر نائیجریا کی گورنمنٹ سروس میں چلا گیا تھا اس وقت ان کے شاید دو بیٹے تھی جو ابھی چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ بیٹوں سے نوازا جو خدا کے فضل سے دونیوی لحاظ سے تو قابل فخر ہیں ہی ماشا اللہ دین کے بھی روشن ستارے ہیں۔ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب تو MTA کے ذریعہ اپنے علم و فضل سے بہت کچھ پڑھاتے رہتے ہیں۔ میرا باقیوں سے کوئی ذاتی تعارف نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے علم و ہنر میں برکت دے۔ اور ان سب کو اپنے والدین کی داعاؤں کا وارث بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ: حضرت صاحبزادہ مرزا خوشید احمد صاحب کی صرف چند یادگاری تصاویر رسالہ میں پیش کی جا رہی ہیں۔

(حمید احمد)

پروفیسر سعید اللہ خان کی یاد میں

میرے بہت ہی پیارے تایا جان مکرم پروفیسر سعید اللہ خان

ایک بہت ہی پیاری، ہر دل عزیز اور دل نواز شخصیت اپنے ہزارہا پرستاروں کو سوگوار کر کے۔اِس دارالفناء سے اُس دارالبقاء میں کوچ کر گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

ہمارے آباؤاجداد غزنی سے آئے تھے۔جب حضرت صاحبزدہ عبدالطیف شہید کا واقعہ پڑھا تو اس پر ہمارے دادجان نے ارادہ کیا۔کہ میں اپنے بچے کو وقف کر کے حقیقی اسلام کی تبلیغ کیلئے غزنی بھیجوں گا۔تایا جان کی وفات سے پہلے بھی جو بچہ ہوا وہ وفات پا گیا۔اس بچہ کے بعد تایا جان کی پیدائش ہوئی۔اس ذکر میں داداجان اپنی خودنوشت سوانح عمری (کتاب میری حیاتی) میں تایا جان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

عزیز کی پیدائش پر اس کی والدہ قادیان میں مقیم تھی۔اس کی والدہ نے مجھے لکھا کہ بچے اگر خدا تعالیٰ دے کر واپس بھی لے لے تو غم نہیں۔وہ بچے خدا کے ہو کر خدا کے پاس ہی گئے ہیں۔اب یہ بچہ خدا نے بخشا ہے اس کی زندگی وقف کر دیجئے۔بس پھر کیا تھا وہی عزم عود کر آیا اور بچے کی زندگی وقف کا سوچ لیا اور غزنی بھیجنے کا ارادہ کر لیا۔عزیزم سعید اللہ خان کی عمر چالیس ایّام کی ہوئی تو یہ بے حد بیمار ہو گیا۔والدہ (محترمہ کنیز فاطمہ بنت میاں کریم بخش خادم خاص حضرت مسیح موعودؑ) کا خط آیا کہ میں خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے خط لکھ رہی ہوں کہ دُعا کریں ورنہ امید نہیں کہ سعید اللہ خان صبح تک ہمارے پاس رہ بھی جائے گا یا نہیں۔دوسرے دن خط شام چار بجے مجھے ملا اور خط پڑھ کر دل دہل گیا کہ خدایا کیا معاملہ ہے۔جن بچوں کی زندگی وقف کی وہ ہم سے علیحدہ ہو کر تیرے حضور جا پہنچے اور جو بچہ (حمید اللہ خان) واقفِ زندگی نہیں وہ تیرے فضل و کرم سے راضی ور تندرست ہے۔میں اسی الجھن میں دُعا کرتا رہا اور رات گزرنے کو آئی اور تہجد پڑھی اور لیٹ گیا۔کچھ نیند آئی تو نظارہ دیکھا کہ کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے۔غزنی بھیجنا تو تیرے نفس کی مرضی ہے۔خدا کی مرضی تو یہ ہے کہ جہاں خدا چاہے۔بس آنکھ کھل گئی تو فوراً ارادہ بدل دیا۔کہ غزنی بھیجیں گے بلکہ خدایا جہاں تیری مرضی ہو ہم اسی پر راضی ہیں اور تو مالک ہے۔اور یہی خط والدہ (حمید اللہ خان) کو لکھ دیا کہ آئندہ یہ ارادہ ترک کر دیں کہ بچہ کی زندگی وقف کر کے غزنی بھیجیں گے۔بلکہ یہ ارادہ کر لیں کہ خدا جس جگہ چاہے ہم اسی طرح راضی ہیں خدا تعالیٰ اسکی زندگی وقف کرنا قبول فرمائے۔اور خدمت دین کی توفیق دے۔اور ہمارے لیے قرۃ العین اور ہماری عین مراد بنائے اور اس کے بعد بچہ تندرست ہو گیا۔اور خدا تعالیٰ نے رحم کر دیا۔جب اس کی عمر آٹھ برس ہوئی تو پھر ٹائیفائڈ سے بیمار ہو گیا اور بیحد لاغر و کمزور ہو گیا۔جس سے دل کو بہت گھبراہٹ اور بے چینی ہوئی اور خدا کے حضور دُعا کی کہ خدایا میں نہیں جانتا میرے دل کے کس کونے میں تیری ناراضگی کا کوئی شائبہ ہے۔تو معاف کر اور اس عزیز کو صحت وعافیت بخش اور عمر عطا کر جس طرح میں نے اپنے نفس کی تمنا میں غزنی بھیجنے کا ارادہ گھڑ رکھا تھا۔ممکن ہے۔اب بھی کوئی بات میرے نفس نے تیری مرضی کے خلاف گھڑ رکھی ہو تو اسے معاف فرما اور میرے دل کو صاف کر دے اور میرے ارادے تیری مرضی کے مطابق ہوں اور میں سراسر تیرا ہو جاؤں میرا اپنا ارادہ کوئی نہ ہو۔تیری رضا پر راضی رہیں آمین!

اس کے بعد خدا تعالیٰ نے عزیز کو تندرستی بخشی اور محض خدا کے فضل سے تعلیم الاسلام کالج لاہور میں ایم اے میں تعلیم پا رہا ہے۔ دُعا ہے خدا تعالیٰ اس کو بامراد مظفر و منصور فرمائے خادم دین بنائے اور خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کا منظورِ نظر کر دے اور ہمارے لیے اور باقی سب لواحقین کے لیے راحت و مسرت کا موجب ہو اور اس کے بھائیوں کو اور بہن کو اور پھر ان کی اولادوں کو عین (جماعت) صالحین اور مسلمان بنا۔ آمین! ماخوذ کتاب میری حیاتی تحریر صوفی حبیب اللہ خان)

حالاتِ زندگی

آپ قادیان میں پیدا ہوئے اور ربوہ میں تقریباً نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ انتہائی سادہ خوراک اور سادہ لباس تھے۔ تایا جان محترم پروفیسر سعید اللہ خان مرحوم بے پناہ صفات اور غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل تھے درس و تدریس تو ان کا اوڑھنا بچھونا تھا ہی اِس کے علاوہ بھی انکے بے شمار تعمیری مشاغل تھے۔ آپ سے اقتباسِ فیض کرنیوالے طلبہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ وہ کس محنت توجہ و انہماک شفقت اور حکمت سے اپنے شاگردوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرتے تھے۔ آپ کلاس روم میں ایک پُرکشش مسکراہٹ چہرے پر سجائے داخل ہوتے۔ پڑھاتے وقت اِس چیز کا خاص خیال رکھتے کہ طلبہ پر غیر ضروری بوجھ نہ پڑے۔ ڈانٹ ڈپٹ کرنا اور سخت الفاظ میں سرزنش کرنا اِن کی سرِشت میں نہ تھا۔ طلبہ اِن کے سامنے اِس طرح بیٹھتے جیسے وہ اپنے شفیق اور مہربان باپ کے سامنے بیٹھتے۔ جب لیکچر شروع کرتے تو اِن کا عملی تجربہ آشکار ہوتا۔ کسی موضوع کو اُسوقت تک نہ چھوڑتے جب تک ان کو اطمینان نہ ہو جاتا کہ تمام طلبہ اس کو سمجھ گئے ہیں۔

آپ بہت دُعا گو بھی تھے۔ آپ کا طریق تھا جس کا خاکسار اور میرے بچے بھی شاہد ہیں کہ آپ کو کوئی بھی دُعا کیلئے کہتا ان احباب کیلئے خاص ایک ڈائیری بنائی ہوئی تھی۔ اس پر اس کا نام درج کر لیتے۔ یہ ذکر میں نے اس لئے کیا ہے۔ کہ میں اور میرے بچے جب آپ سے ملنے گھر گئے تو آپ سے دُعا کیلئے کہا تو آپ نے اپنی ڈائیری نکال کر دکھائی۔ اور دیکھا کہ آپ نے ہم سب کے نام اس پر لکھے ہوئے تھے۔

'یہاں میں صرف ایک واقعہ بیان کروں گا۔ جو میں نے اپنے والد صاحب سے سُنا ہے۔ ایک دفعہ ایک لڑکے نے اپنے امتحان میں کامیابی کیلئے اچھے نمبروں کے لیے دعا کی درخواست کی۔ کچھ وقت کے بعد اس نے پھر پوچھا کہ آپ نے میرے لئے دُعا کی ہے۔ اس پر آپ نے اس ڈائیری میں سے وہ صفحہ نکال کر دکھایا جس پر اس لڑکے کے نام آگے لکھا تھا (ڈاکٹر)۔ میرے والد صاحب بتاتے ہیں کہ وہ لڑکا آجکل ڈاکٹر ہے۔ الحمد للہ

غریب پروری اور ایجادِ آفرینی

آپ اپنے غریب عزیزوں دوستوں اور غیروں سب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ آپ ہمہ وقت ہر کسی کی مدد کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ غریب بچوں اور مستحق بچوں کی تعلیم و تربیت اور مستحق لڑکیوں کی شادی کروانے میں آپ اور آپکی اہلیہ ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ آپ ایک غریب پرور اور سادہ لوح آدمی تھے۔ یہ خوبی بھی آپ کی سیرت کا ایک پہلو ہے۔

ایجاد آفرینی آپکا ایک خاص وصف تھا۔ اللہ جلہ شانہ سے ودیت کردہ ذہنی وجسمانی قویٰ اور استعدادوں کو کماحقہ استعمال کرتے تھے۔ ہمہ وقت مصروف کار رہتے تحصیل علم و ہنر کے علاوہ نت نئے چیزوں کے بارہ میں سوچتے رہتے تھے۔ جس میں انہوں نے خود ساختہ انکوبیٹر بنایا۔ اور یہ ربوہ میں پہلا مرغی خانہ تھا۔ اور اس کا نام آپ نے پہلے بیٹے کے نام پر خلیل پولٹری فارم رکھا۔ درس و تدریس تو ان کا بچھونا تھا ہی اس کہ علاوہ آپ ایک اچھے ہومیو پیتھ بھی تھے۔ غریبوں اور ضرورت مندوں کا علاج مفت کیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورِ خلافت سے پہلے ہومیو پیتھی پر اکثر

بات چیت ہوا کرتی تھی۔اس کے علاوہ آپ نے اپنی زندگی میں بہت سی نئی چیزوں پر سوچا اور کچھ پر کام بھی کیا۔واشنگ میشن۔ہسپتال۔ڈیری فارم وغیرہ ان چیزوں پر پوری طرح سے تحقیق کی ان ساری باتوں کا خاکسار خود شاہد ہے۔

میرے والد صاحب نے بتاتے ہے کہ آپ آخری وقت میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔آپ کا عقل اور شعور آخر وقت تک قائم رہا۔اورآپ اپنے مالکِ حقیقی کو خوش ہو کر جا ملے۔خدا تعالیٰ آپ کو جنت کے اعلیٰ مقامات سے نوازے آمین!

فقیرانہ آئے صدا کر چلے

یہاں خوش رہو ہم دُعا کر چلے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی اور وقفِ زندگی تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپکو تین بیٹے اور چار بیٹیوں سے نوازا۔ان میں سے ایک بڑا بیٹا خلیل احمد اور دو بیٹیاں آپ کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے۔اس وقت آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں حیات ہیں۔ان میں سے بڑا بیٹا امریکہ میں ہے۔ اور ایک ابھی ربوہ میں ہے۔اور اسی طرح بڑی بیٹی ربوہ میں اور چھوٹی یہاں جرمنی میں آفن باخ میں مقیم۔اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کا ہر طرح سے حامی وناصر ہو۔اور ان کو صبر و جمیل دے آمین!

آخر میں خاکسار اُن سب احبابِ جماعت کا اور آپ کے اُن شاگردوں کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں۔جنہوں نے آپ کی وفات پر بذریعہ ٹیلیفون اور گھر تشریف لا کر تعزیعت کی۔اور میرے والد صاحب مکرم صوفی مطیع اللہ خان صاحب اور اُن سب دوستوں کا اور اپنے اُن میں خاص کر مکرم راجہ یوسف احمد خانصاحب اور میرے بھائی مکرم صفی اللہجرمنی خانصاحب کا بھی جنہوں نے مجھے اپنے تایا جان کی یاد میں لکھنے میں مدد اور حوصلہ بڑھایا۔خاص کر میں تہہ دل سے چوہدری پروفیسر حمید صاحب کا مشکور و ممنون ہوں جنہوں نے میرا حوصلہ اور ہمت بڑھائی۔اللہ تعالیٰ سب کو جن کا میں ذکر اوپر کر چکاہوں اور جن کو میں بھول گیاہوں جزاء خیر دے۔آمین ثم آمین!

خاکسار رفیع اللہ خان فرینکفرٹ۔

ایسوسی ایشن کے محسنین ومعاونین جو ہماری خاص دعاؤں کے مستحق ہیں

Dr. Muzaffar Ahmad

Late Ch. Abdul Aziz Dogar

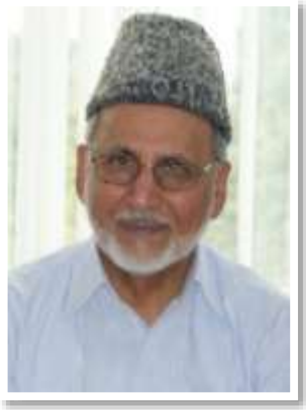

Dr Magmood Ahmad Tahir

Mr Tahir Akhtar

Abdul Ghafoor Dogar

Dr.Syed Muhammad Khairul Bashar

Syed Mohammad Ahmad gardezi

Malik Tariq Gulfam

Ch. Munir Ahmad Bajwa

Imam Bashir Ahmad Rafiq

Ch. Farooq Ahmad

Maulana Fazal Elahi Anweri

Maulan Haider Ali Zafar

Abdul Shakoor Bhatti

Dr. Naeem Ahmad Tahir

Zaheer Ahmad

Tariq Mahmood

Raja Abdul Rashid Javed

Atta ul Jabbar, Mehdi Abad

Ikramullah Ranjha

Ch. Anis Ahmad

Syed Ilyas Bashir Ahmad

Prof. Hamid Ahmad

Ch. Naseer Ahmad

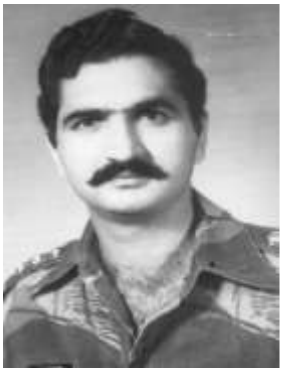

Mahmood Ahmad Jehlami

Daud Ahmad Cheema

Sheikh Mansoor Ahmad

Saeed Ahmad Naz

Ch. Habibullah Tariq

Major Abdul Waheed Zafar Rana

Abdul Hannan Dogar

Kolumbus Khan

Ch. Zahoor Ahmad

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعلیم الاسلام کالج کے حیران کن اور ایمان افروز واقعات

بزبان بانی پرنسپل و خلیفۃ المسیح الثالثؒ

(انجینئر محمود مجیب اصغر ربوہ)

حضرت نافالہ موعود حافظ مرزا ناصر احمد صاحب تعلیم الاسلام کالج کے بانی پرنسپل تھے۔ آپ کو اس کالج اور اس میں پڑھنے والے طلباء اور فی الحقیقت علم سے بہت پیار تھا۔ چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اپنی خلافت کے دوران بھی جو 8 نومبر 1965 سے 8 جون 1982 تک پھیلا ہوا ہے۔(کیونکہ 9 جون 1982 کو پونے ایک بجے صبح آپکا وصال ہو گیا) آپ گاہے بگاہے کالج کے حیران کن حالات کا ذکر فرماتے رہے

اس مضمون میں آپ کی ہی زبان مبارک سے تعلیم الاسلام کالج کے بعض حیران کن اور ایمان افروز واقعات و حالات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

تعلیم الاسلام کالج کے تین ادوار ہیں۔

1944 سے 1947 تک قادیان، تقسیم ہند کے بعد 1947 سے 1954 تک لاہور اور 1954 سے آخر تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں رہا۔ آپ کے پرنسپل شپ کا زمانہ تعلیم الاسلام کالج کا گولڈن پیریڈ تھا۔ آپ کے خلیفہ بننے کے بعد سے کالج رواں دواں رہا۔ Momentum بھی کئی سال تک آپ کے ہی کے بعد بتدریج زوال پذیر ہوتا چلا گیا۔ جس کا آپ کو بے حد دکھ تھا۔ اس Natinalization حتّٰی کہ 1972 میں ادارے سے پڑھے ہوئے طلباء عام طور پر بڑے بڑے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور بڑی کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ اور بعض اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔

تعلیم الاسلام کالج اور رداء خلافت

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہوا تو میں ٹی آئی کالج میں پرنسپل تھا۔ کالج لاج میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ میں وہاں آیا میری طبیعت پر بڑا بار تھا کہ میں آپا صدیقہ ام المتین صاحبہ کو کہوں اپنی رہائش کیلئے لیکن میرے پرائیویٹ سیکریٹری کا دفتر وہاں تھا۔ وہیں سارے کام کرنے پڑتے تھے۔ چنانچہ دفتر کے اوپر دو تین کمرے تھے۔ اُن ہی میں ہم رہنے لگے۔ اس وقت تک جب تک کہ سہولت کے ساتھ سب کا دوسری جگہ انتظام نہیں ہو گیا۔

خلافت کے بڑے تھوڑے عرصہ کے بعد غالباً 1966ء میں نومبر کی بات ہے۔ ظہر کی نماز پڑھانے کے بعد میں واپس آیا اور دفتر کے اوپر کمرے میں سنتوں کی نیت جب باندھی تو میرے سامنے خانہ کعبہ آ گیا یعنی کشفی حالت میں نہیں جس میں آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ بلکہ کھلی آنکھوں کے ساتھ دیکھا یعنی نظارہ یہ دکھایا گیا کہ میرا بائیں طرف اور میں نے سیدھا کر لیا منہ، خانہ کعبہ کی طرف اور نظارہ بند ہو گیا۔ Angle رُخ ایک

(خطبہ جمعہ 25 اگست 1978ء خطبات ناصر جلد ہفتم صفحہ 391، صفحہ 392)

ھمارے کالج کی لاج میں جہاں میری رہائش تھی۔ ایک ایسا درخت لگا ہوا تھا۔ جو موسم بہار میں پت جھڑ کرتا تھا۔ ساتھ نئے پتے نکلتے تھے۔ اس میں۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو کہا ھے کہ میرے علم کے بغیر کوئی پتا نہیں گرتا تو میں اس کا مشاہدہ کروں۔ میں نے ایک ٹہنی کو چنا۔ اس ٹہنی پر بہت سے سبز پتے تھے۔ اور جہاں وہ چھوٹی ٹہنی بڑی ٹہنی کے ساتھ خلال کی طرح ملاپ کرتی ھے۔ وہ بھی سبز، طاقتور صحت مند تھی۔ نیز بہت سے

ایسے پتے بھی تھے کہ پتازرد اور اس کے ملاپ والی ٹہنی بھی زرد۔بس موت آئی کے آئی، یہ کیفیت تھی اس کی شام کو میں نے دیکھا۔ صبح میں نے دیکھا کہ سبز پتا نیچے گرا ہوا تھا۔اور زرد پتا اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔

اس سے ہمیں پتالگا۔ کہ یہ عام قانون قدرت نہیں ہے۔ کہ جو زرد ہو وہ مر جائے اور زمین پر گر پڑے۔ بلکہ حکم نازل ہوتا ہے۔ ہر پتے پر۔ اللہ تعالٰی نے قرآن کریم میں وضاحت سے بتایا ھے۔ کہ اللہ تعالٰی کا حکم نازل ہوتا ھے۔تب پتہ گرتا ھے۔ (خطبہ جمعہ 28اگست 1981ء خطبات ناصر جلد نہم صفحہ 232،صفحہ 233)

(خطبہ جمعہ 5نومبر 1976ء خطباتِ ناصر جلد ششم صفحہ 568 صفحہ 569)

کالج کے غیر معمولی نتائج

غالباً1961ء۔1960ء کی بات ھے مارشل لاء کی طرف سے اس وقت بھی میڈیکل کالج میں ایڈمنسٹریٹر مقرر تھے۔ چنانچہ داخلے کے وقت ایک ایسے شخص ایڈمنسٹریٹر تھے۔ جن کو ھمارے کالج کا زیادہ پتہ نہیں تھا۔ وہ نمبروں کے لحاظ سے انٹرویو لے رھے تھے۔پہلا لڑکا جو آیا تو انہوں نے دیکھا کہ تعلیم الاسلام کالج کو جانتے نہیں تھے۔خیال نہیں کیا، کہ یہ ھو گا کوئی کالج، فرسٹ آگیا ھے۔لڑکا جب تیسرا آیا تو وہ بھی تعلیم الاسلام کالج کا پھر زیادہ توجہ ھوئی لیکن کہا کچھ نہیں۔ پھر غالباً چوتھا لڑکا آیا وہ بھی تعلیم الاسلام کالج کا پھر ان سے رہا نہ گیا اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے یہ کون سا کالج ھے۔ جس کے اتنے اچھے نتیجے نکلے ہیں۔ مجھے نہیں پتہ؟ خیر انہوں نے بتایا کہ یہ کونسا کالج ھے۔ غرض پہلے پندرہ میں سے چھ یا سات لڑکے ھمارے کالج کے تھے۔اس طرح کبھی انجینئرنگ کے ساتھ ھو جاتا کبھی بی ایس سی کے ساتھ ھو جاتا تھا۔اور یونیورسٹی کی فیصد سے کہیں زیادہ فیصد نتیجے نکلا کرتے تھے۔ لیکن پچھلے سال یونیورسٹی کی فیصد جو خود بڑی کم ھے اور گندے کالجوں کی وجہ سے ھی فیصدی گر جاتی ھے۔اس سے بھی کم۔ پس یہ بڑی شرم کی بات ھے۔اب ایک دفعہ تو ھو گیا کیونکہ ھمیں پتہ نہیں تھا۔ کہ یہاں ھمارے اساتذہ اتنے بھی گر جائیں گے لیکن اب تو پتہ لگ گیا ھے۔اس لئے اپنے آپ کو درست کریں۔اپنے کام کی طرف توجہ دیں اور دُعائیں کریں کہ اللہ تعالٰی آپ کی منحت اور خدمت کو قبول کرے اور نتائج اچھے نکالے۔

اگر آپ نہ محنت کریں نہ توجہ دیں نہ ذمہ داریوں کو نباہیں نہ مقبول دُعائیں آپ کی قسمت میں ھوں تو پھر ھمیں پتہ لگے گا کہ اللہ تعالٰی کا منشاء یہی ھے کہ آپ پر گرفت کی جائے (خدا تعالٰی اپنی گرفت سے ہر ایک کو محفوظ رکھے) لیکن جو میری ذمہ داری ھے وہ میں آج نباہ رہا ہوں۔

(خطبہ جمعہ 6مارچ 1970ء خطباتِ ناصر جلد سوم صفحہ 56)

ڈرو یارو کہ وہ بینا خُدا ہے

(ڈاکٹر عبد الرحمٰن بھٹہ)

جماعت احمدیہ کے ان افراد کو جو نظام وصیت میں شامل ہوتے ہیں۔ ہر سال انکے ادا کردہ چندہ وصیت کی تفصیل ارسال کی جاتی ہے۔ اور یہ تاکید کی جاتی ہے کہ وہ تصدیق کریں کہ یہ ادائیگی ان کی سالانہ آمد کے مطابق درست ہے یا نہیں۔ اگر کوئی کمی بیشی ہے تو اسکی بھی نشاندہی کریں۔ آج سے بائیس سال پہلے کی بات ہے کہ مجھے ایک ایسی تفصیل وصول ہوئی جس میں میری سال بھر کے چندہ کی ادائیگی درج تھی۔ میں نے جب اپنی اس ادائیگی کا اپنی سالانہ آمد کی روشنی میں جائزہ لیا تو میرے ذمہ کافی بقایا نکلا تھا۔ جرمنی کے ابتدائی سالوں میں کئی شہروں میں ٹھہرنا پڑا تھا۔ ظاہر ہے اس دوران ادائیگی میں کوتاہی ہوئی تھی۔ میں نے ادائیگی اور آمد کو دوبارہ چیک کیا تو نتیجہ وہی نکلا۔ میں کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ اب ایک دفعہ میں نے اپنی آمد کا جائزہ ذرا غور سے لینا شروع کیا تو میری نظر ایک مقام پر ٹھہر گئی۔ میری اہلیہ ذیابطیس کی مریضہ تھیں اور عام سوشل ہیلپ کے علاوہ انکو کچھ اضافی رقم بھی ملتی تھی۔ پوری فیملی کی سوشل ہیلپ میرے نام پر اور میرے ہی اکاؤنٹ میں آتی تھی اور میں اس کو اپنی آمد شمار کر کے ہی حصہ آمد ادا کرتا تھا۔ اب جب بقایا نکلا تو میں نے سوچا کہ یہ رقم تو اضافی ہے جو اہلیہ کو ملتی ہے۔ یہ میری آمد سے الگ ہو سکتی ہے اس رقم کو نکال کر حساب کیا تو بقایا تقریباً ختم ہو گیا۔ ادھر میں نے بقایا ختم کرنیکا سوچا تو اُدھر میرے ضمیر نے ملامت کی کہ "نہیں یہ بات غلط ہے۔ اس رقم کو تم ہمیشہ آمد میں شامل سمجھتے رہے ہو۔ اب باہر کیسے ہو گئی؟" دوسری طرف میری عقل نے دلیل دی کہ یہ الگ بات ہے کہ تم اس رقم کو آمد میں شامل سمجھتے رہے ہو لیکن حقیقت میں تھی تو نہیں۔ اب اگر شامل نہ سمجھا جائے تو کیا ہرج ہے؟ لیکن میرے دل نے پھر ملامت کی کہ نہیں یہ تم حیلہ بازی کر رہے ہو۔ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ دماغ نے پھر دل کی آواز کو دبایا کہ "خوامخواہ وہم میں نہ پڑو۔ اس رقم کو الگ کر کے حساب برابر کرنے میں ہرج نہیں"۔ اور پھر اسکے بعد دل اور دماغ کی یہ کشمکش اتنا طول پکڑ گئی کہ میں تھک گیا۔ رات بھی کافی ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں نے قلم رکھ دیا اور اُٹھ کھڑا ہُوا۔ تاہم مجھے تسلیم ہے کہ اُٹھتے وقت دماغ دل پر حاوی تھا اور آخری فیصلہ یہی تھا کہ "مجھے زیادہ وہم میں نہیں پڑنا چاہیے اور صبح اُٹھ کر اس رقم نکال کر اپنا حساب مکمل کر کے ارسال کر دینا چاہیے۔" صُبح اُٹھ کر ناشتے کے بعد میں نے کچھ دیر ٹی وی دیکھا۔ پھر کچھ اخبار۔ رسائل دیکھتا رہا۔ اور پھر حسبِ معمول ڈاک دیکھنے نیچے اُتر گیا۔ میرے پوسٹ بکس میں شہر کی انتظامیہ کا ایک خط تھا۔ میں نے فوراً خط کھولا۔ اور پھر دیکھتے ہی ایسے لگا جیسے کسی نے ایک زوردار تھپڑ مجھے مار دیا ہو۔ کانوں میں شاں۔ں۔ں۔ں کی آواز گونجنے لگی اور آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ دیوار کا سہارا لیتے ہوئے میں عمارت کے اندر داخل ہُوا۔ اُوپر چڑھنے کی سکت نہ تھی نیچے "کیلر" میں جا کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ میں مسلسل اپنے آپ کو کوس رہا تھا: "اور خُدا سے حساب"۔ "کیا ضرورت تھی اس فضول بحث میں پڑنے کی"۔ "کیوں نہ سیدھی طرح بقایا ادا کرنے کا سوچا"۔ میں اندر ہی اندر بُری طرح کٹا جا رہا تھا، اور بار بار مُنہ سے نکلتا "ہائے تم نے یہ کیا کیا"۔ کچھ سنبھل کر میں نے خط کو دوبارہ دیکھا۔ مختصر سی تحریر تھی۔ ایک لمبے سے قانون کو حوالہ دیکر لکھا تھا کہ "اس کے مطابق جو اضافی رقم تمہاری بیوی کو دی جاتی تھی۔ وُہ فوری طور پر بند کی جاتی ہے"۔ دیر تک میں وہاں خفت اور ندامت کی تصویر بنا بیٹھا رہا۔ ضمیر تھا کہ بُری طرح میری ملامت کر رہا تھا۔ پھر میں نے کچھ اسطرح سوچ کر اپنے آپ کو حوصلہ دینے کی کوشش کی:۔ "سنتے ہیں کہ حکومت مراعات میں کمی کر رہی ہے۔ یہ بندش بھی اُسی پالیسی کا حصہ ہے۔ یہ خط تو بہر حال آنا ہی تھا۔ یہ محض "اتفاق" ہے کہ رات تم نے اس رقم کے بارے

میں ایک فیصلہ کیااور صُبح تمہیں یہ خط مل گیا"۔ لیکن میرے دل اور دماغ۔ دونوں نے بیک زبان میری اس طفل تسلی کو رد کیا کہ "نہیں۔ نہیں۔ یہ "اتفاق" نہیں۔ اس خط کی ٹائمنگ صاف بتارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور اُس نے یہ خط تیرے مُنہ پر مارا ہے کہ "لو اگر نہیں شامل یہ رقم تمہاری آمد میں۔ تو نہ سہی"۔ یہ سوچتے ہی میں گھبرا کر اُٹھا۔ اُوپر گیا۔ کپڑے بدلے اور سیکریٹری صاحب مال سے جاملا۔ بقایا ادا کر کے گھر آیا اور فارم مکمل کر کے مرکز ارسال کر دیا۔

اب بقایا تو میں نے ادا کر دیا لیکن میری پریشانی اور پشیمانی کی اصل وجہ تو خدا کی وُہ ناراضگی تھی جو اس واقعہ سے ظاہر وباہر تھی اور جس کو میں اپنی حماقت سے سہیڑ بیٹھا تھا۔ چنانچہ اب میں مُعافی اور تلافی کے لئے فکر مند تھا۔ نمازوں اور نوافل میں توبہ اور استغفار کرنے لگا لیکن دُعا دل سے نکلتی نہ تھی۔ دل سخت ہو گیا تھا۔ پھیکی۔ پھوکی اور خشک سی دعائیں کرنے کے بعد میں بیٹھ کر سوچنے لگتا:"اللہ میاں ناراض ہے۔ کہتا ہے "مت کرو مجھ سے بات"۔ "کوئی خوف نہیں آیا تمہیں یہ ڈنڈی مارتے ہُوئے؟"۔ "یہ کیا کیا تم نے؟"۔ "تم سے ایسی اُمید نہ تھی"۔ بس ایسے ہی اپنے نفس کی مذّمت۔ اور مرمت کرتے ہُوئے میں نے دُعائیں جاری رکھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یُونس علیہ السلام کی دُعائیں بڑی مناسب حال لگتی تھیں۔ آہستہ آہستہ دو چار روز میں دل میں نرمی پیدا ہُوئی۔ آنکھوں میں نمی جھلکی۔ پھر برسات ہُوئی۔ دل کا گرد وغبار دُھلا تو کچھ سکون ہُوا اور پھر زندگی نارمل ہو گئی۔ چند روز کے بعد ایک شام بیٹھے بیٹھے مجھے خیال آیا۔ "کہتے ہیں توبہ۔ استغفار سے خطا مُعاف ہو جاتی ہے۔ اب جبکہ میں نے بقایا ادا کر دیا ہے اور غلطی کی مُعافی بھی مانگ لی ہے۔ تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اہلیہ کہ وُہ رقم بحال ہو جائے"۔ لیکن اس خیال کو میں نے یہ کہہ کر ذہن سے نکال دیا کہ "نہیں۔ نہیں۔ ایسا ممکن نہیں۔ یہ خطا اور مُعافی کا نہیں قانون کا معاملہ ہے۔ اور قانون واضع طور پر خط میں لکھا ہے۔ اس خط کی "ٹائمنگ" سے خُدا نے تمہیں سبق سکھانا تھا۔ سو سکھا دیا۔ اب بھول جاؤ اُس رقم کو۔ اور شُکر کرو کہ اُسی جہان میں خُدا نے اصلاح کر دی ورنہ یہ پکڑ اگلے جہان میں بھی ہو سکتی تھی"۔ چنانچہ بات آئی گئی ہو گی۔ آٹھ۔ دس دن کے بعد مجھے ایک مسئلہ پیش آگیا جس کے لئے مجھے "سوشل دفتر" جانا پڑا۔ افسر مجاز نے دس پندرہ منٹ میں میرا مسئلہ حل کر دیا۔ اُس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے میں اُٹھ کھڑا ہُوا اور فائل بغل میں دبالی۔ اُس خط کا ذکر کرنے کا میرا نہ ارادہ تھا اور نہ اُسکی کوئی ضرورت تھی۔ تاہم میں نے کھڑے کھڑے اُس سے سرسری انداز سے یہ کہہ دیا:"تو وہ قانون۔۔۔ اب بدل گیا۔۔۔ جس کے تحت۔۔۔ اہلیہ کو وہ رقم ملتی تھی"۔ افسر نے پُوچھا۔ "کس قانون۔۔ اور کس تبدیلی کی بات کرتے ہو؟"۔ میں نے وضاحت کی۔ "وہی قانون جس کے تحت بیماری کی وجہ سے میری اہلیہ کو کچھ رقم۔ افسر نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ہاں پتہ ہے مجھے اُس قانون کا۔ تو کیا ہُوا اب اُس قانون کو؟"۔ میں نے کہا۔ "وہ جو آپ نے خط لکھا ہے کہ وہ رقم اب بند کی جاتی ہے"۔ افسر نے جواباً کہا۔ "نہیں! میں نے تو ایسا کوئی خط نہیں لکھا"۔ افسر کا جواب سُنتے ہی میں ٹھٹک کر رہ گیا۔ بیٹھ کر میں نے پھر فائل کھولی اور وہ خط نکال کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ اُس نے خط پڑھا اور پھر اُس نے کمپیوٹر میں ادھر۔ اُدھر دیکھا اور پھر خط کو پھاڑتے ہُوئے بولا۔ "نہیں۔ نہیں۔ یہ خط تمہارے لئے نہیں ہے۔ تم نے تو بر وقت اس رقم کی تجدید کے لئے درخواست دے دی تھی۔ کمپیوٹر نے غلطی سے یہ خط تمہارے نام جاری کر دیا ہے"۔

اب جب میں دفتر سے نکلا تو میں کسی اور ہی دنیا میں تھا۔ وہ خط کیوں اور کیسے جاری ہُوا۔ اور اس میں کسی کی غلطی تھی۔ یہ سب کچھ مجھ پر آشکار ہو چکا تھا۔ واپسی پر سر جھکائے سڑک کے کنارے آہستہ آہستہ چلتے ہُوئے۔ میں بہت سنبھل سنبھل کر قدم اُٹھا رہا تھا۔ میں اس احساس تلے دبا جا رہا تھا کہ میری ہر طرف کیمرے نصب ہیں جو میری ظاہری حرکات اور باطنی خیالات کو ریکارڈ کر رہے ہیں۔ وہ بصیر ہے۔ خبیر ہے اور سریع الحساب بھی۔ ان

سب صفات الٰہی کا ایک نیا عرفان مجھے حاصل ہُوا۔اور اس بات کا بھی کہ جماعت کا مالی نظام ایک " الٰہی نظام" ہے۔اور جس خلوص۔یقین اور دیانتداری سے ہم اس میں حصہ لیتے ہیں۔اُس پر اُسکی گہری نظر ہے۔

"ڈرو یارو کہ وہ بینا خُدا ہے۔۔اگر سوچو۔۔یہیں دارُالجزاء ہے۔"(دُرِ ثمین)

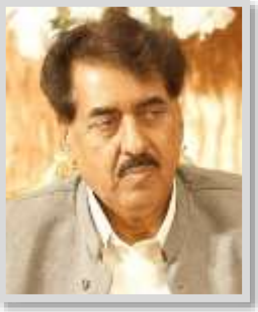

محترم مرزا خورشید احمد صاحب کی یاد میں

نثار باجوہ ٹورانٹو، کینیڈا

میاں خورشید معتبر ٹھہرا
خوش نما دِل نشیں ٹھہرا

وہ تو خامشی میں بھی
زیرِ لب بھی جگمگیں ٹھہرا

تقویٰ اس کا کمال دیکھا ہے
ہر گھڑی ہر لمحہ پُر یقیں ٹھہرا

ہر کا شہر جاں نثار ہوا
ایسا رشتہ جو بالیقین ٹھہرا

چاند راتوں میں چاندنی جیسا
شب کی گھڑیوں میں اک حسیں ٹھہرا

میں تو خود اُس پہ اک گواہی ہوں
اطاعت میں بھی وہ آمیں ٹھہرا

نثار میں بھی ہوں اِک زمانے سے
وہ تو ہر دل میں جاگزیں ٹھہرا

آدابِ خلافت

منیر احمد باجوہ ہیمبرگ جرمنی

ادب، دربارِ الفت سے، نہیں چلتی زباں میری
نگاہیں ہی بیاں کرتی ہیں اُن سے داستاں میری
ترستی ہیں لرزتی ہیں، روابط ٹوٹ جاتے ہیں
دل کی دل میں رہ جاتی ہے عرضِ ناتواں میری
نصیبوں سے کوئی پہنچے تیرے دربارِ عالی میں
میری دھڑکن بلاتی ہے کہ سُن آہ و فغاں میری
دلوں کے راز تُو جانے کہ دل ہیں تیرے قبضے میں
دعا دل کے نہاں خانوں سے سُن اے رازداں میری
میرا کوئی نہیں ہے اس جہاں میں ، ماسوا تیرے
سوا تیرے سُنے جو التجا، اے سارباں میری
نہیں ممکن کہ تیرا شکر کر پاؤں میں تا آخر
پڑی روح تا عمر سجدے میں ہو، مالک جہاں میری
میں ڈوبا ہوں خطاؤں میں نہیں حدو شمار انکا
نظر ، تیرے کرم کی ہے سوالی، مہرباں میری
تیرے اَن گنت احسانوں میں اک نعمت خلافت ہے
رہے اس سے گل و گلزار روح ، اے باغباں میری
امامِ وقت کے تُو ساتھ ہو ہردم میرے مولا
نچھاور اُس کے قدموں پر سدا ہو روح و جاں میری
منیر ناتواں کے دل سے اٹھی یہ تمنا ہے
دعا ہو ساتھ تیرے، اے سالارِ کارواں میری

مہِ خورشید جمال

پروفیسر مبارک احمد عابد

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی وفات پر

آہ کہ آج چُھپا وہ مہِ خورشید جمال
جس کے جیون کا سفر شوکتِ تا بانی لئے
اس کے اوصاف کی تو قیر میں تا بندہ مثال
اس کی ہر یاد میں حسنات کے روشن ہیں دیئے

تھے فِدا دین کے لئے اس کے دِل و جان ہمیش
اس طرح دنیا میں کی اس نے حیات اپنی بسر
انجمن تھی کہ وہ خلوت تھی ہر اک آن ہمیش
مرشدِ وقت کی اطاعت ہی رہی پیشِ نظر

وقت رخصت تھے بہت چاہنے والے اس کے
مجتمع جو تھے یہاں چاند کے دفنا نے کو
ہر طرف پھیلے تھے یادوں کے اجالے اس کے
نام اُس کا سدا تا ریخ میں چمکانے کو

ا شہبِ وقت کا درویش صفت شاہ سوار
وہ بڑا عالی نسب اور بڑا پاک سرشت
گیا فِردوس میں ہو گا وہ بصد عزّو وقار
اس کے رستے میں جلے ہو ں گے چرا غانِ بہشت

سبق آموز۔۔ہڈبیتی۔۔۔ایک انتباہ!

پروفیسر محمد شریف خان فلاڈلفیا۔امریکہ

انسانی زندگی، لمحہ لمحہ رونما ہونے والے واقعات اور حادثات سے مرکب ہے۔اور یہی واقعات وحادثات تاریخ کی اثاث اور بنیاد بن جاتے ہیں، اور لوگوں کے لئے سبق آموز اور رہنما ثابت ہوتے ہیں، انسانی اقدار میں سانجھے کے باعث ایک کی ہڈبیتی جگ بیتی بن جاتی ہے۔ دانا کہتے ہیں کسی کے تجربات سے نصیحت پکڑنا عقلمندی کے زمرے میں آتا ہے، گڑھے میں گرے ہوئے کو دیکھ کر گڑھے میں نہ گرنا، اور رستہ بدل لینے میں ہی عافیت ہے۔

آج کی محفل میں، میں اپنے خاندان میں تقریباً سو، سوا سو سال پہلے رونما ہونے والا ایک واقعہ قارئین سے شیئر کرنا چاہ رہا ہوں۔ جس کے نتیجے میں اگر چہ میرے خاندان کی ایک شاخ دور افتادہ ملک اسٹریلیا میں قائم تو ہوگئی، لیکن ایک کٹر مسلمان کے بچے ہونے کے باوجود والدہ کے غیر مذہب ہونے کی وجہ سے اب یہ ساری نسل کٹر عیسائی ہے، اسلام سے قطعاً بے بہرہ اور لاتعلق! یہاں تک کہ انہیں اپنے نانا کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ انکا مذہب کیا تھا!

حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ایک مجلس میں اہل کتاب غیر مذہب عورت سے شادی کرنے سے متعلق سوال ہوا تھا۔ آپ کا جواب چچا تُلا جواب تھا" ٹھیک ہے اجازت تو ہے، پھر دیکھ لو اگر تمہارے بچے والدہ کے مذہب اور معاشرے پر رہے، تو کیا تم یہ برداشت کرلوگے کہ وہ گرجا میں جائیں اور عیسائی معاشرے کے مطابق بود وباش اختیار کرلیں "؟ درجِ ذیل ہڈبیتی حضور کے جواب کی سچائی کا واقعاتی ثبوت ہے۔

داستان کا آغاز

سترہویں صدی میں ہندوستان میں انگریزوں کی آمد آمد نے جہاں ہندوستان میں طرزِ حکومت کو یکسر بدل ڈالا، وہاں انگریزی بود وباش میں آزادی نے ہندوستانی نوجوانوں میں ملک سے باہر نکلنے اور آزاد معاشرے میں قدم رکھنے کی شدید آرزو پیدا کردی۔ کئی نوجوان کسی نہ کسی طریق سے تکالیف برداشت کرتے ہوئے انگلستان اور دوسرے مغربی ممالک میں پہنچنے میں کامیاب ہوئے، اور دیارِ غیر میں چھوٹا موٹا کام کرکے، محنت مشقت کے بل بوتے پر، آخرِ کار ترقی کرتے ہوئے اچھے بھلے کاروباری بن گئے۔اور مغربی معاشرے میں عزت کا مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

1890 میں میرے دادا مرحوم عبدالحکیم قریشی صاحب کا خاندان لاہور میں آباد تھا۔ آپ کے والد محمد عظیم قریشی محکمہ انہار پنجاب میں افسر تھے اور معاشرے میں عزت سے جانے جاتے تھے، گھر میں رزق کی فراوانی تھی۔ عبدالحکیم نے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد بجائے کالج میں پڑھائی جاری رکھنے کے اپنے دوستوں کی طرح بیرونِ ملک جانے پر اصرار کیا۔ والدین نے پہلے تو سمجھا بجھا کر، پھر ڈانٹ ڈپٹ کر آگے پڑھائی پر لگانا چاہا۔ مگر بے سود، باہر جانے کی ہٹ برقرار رہی۔ آخر تنگ آکر والدین نے عبدالحکیم کا دماغ درست کرنے کے لئے انکی شادی ایک رشتہ دار سادہ سی لڑکی محمد بی بی سے کردی، دلہن گاؤں میں پلی بڑھی تھی، صرف قرآنِ کریم پڑھنا جانتی تھی۔ کچھ عرصہ میاں بیوی خوش وخرم رہے۔ ناگہاں ایک صبح عبدالحکیم ا

چانک غائب ہو گئے۔ جگہ جگہ ڈھونڈا گیا، کوئی سراغ نہ ملا۔ والدین ہار کر صبر شکر کر بیٹھے۔ نئی نویلی دلہن تھک ہار کر میکے موضع چکسان، ضلع گوجرانوالہ، اپنی والدہ کے پاس چلی گئی۔ چند ماہ بعد اسکی گود ہری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک صحت مند خوبصورت بیٹے سے نوازا، جس کا نام حبیب اللہ رکھا گیا۔ ماں خاوند کی یاد کو کسی قدر بھول کر بچے کے پالنے پوسنے میں جت گئی۔

دو سال بعد اچانک عبد الحکیم کا آسٹریلیا سے والدین کو خط موصول ہوا۔ جس میں آسٹریلیا پہنچنے اور خیریت کی اطلاع تھی، مگر جوابی پتہ درج نہیں کیا تھا۔ اطلاع سے والدین کی جان میں جان آئی کہ بیٹا کہیں نہ کہیں زندہ تو ہے نا۔ گاہے گاہے خیریت کی خبریں ملتی رہیں۔ آخر کار ایک خط سے عبد الحکیم کا آسٹریلیا میں پتہ معلوم ہوا، عبد الحکیم سڈنی شہر میں رہ رہا تھا جہاں اُس نے کپڑے کا سٹور کھول رکھا تھا۔ جواباً والدین نے حال احوال کے علاوہ اسے بیٹے حبیب اللہ کی پیدائش کی اطلاع، یہ خیال کرتے ہوئے کہ شائد بیٹے کی خبر پر واپس لوٹ آئے۔ مگر کہاں، اگلے خط سے پتہ چلا کہ عبد الحکیم نے ایک انگریز کیتھولک عورت مار گریٹ سے شادی کر لی ہے، جس سے اسکے تین بچے ہیں، اُسکا واپس آنے کا کوئی اِرادہ نہیں۔ اس خبر نے والدین نے سخت رنجیدہ ہو کر عبد الحکیم سے رہا سہا تعلق بھی توڑ لیا۔

مشکلات

اِدھر حبیب اللہ گاؤں کے ماحول میں اپنی والدہ اور ماموں غلام محمد (جو گاؤں کی مسجد کے پیش امام تھے) کی نگرانی میں پڑھے بڑھے۔ انہیں قدرتی طور پر والد سے ملنے کا اشتیاق۔ پرائمری کے بعد مشن ہائی اسکول ڈسکہ میں داخل ہوئے۔ اسکول کی انتظامیہ کو جب معلوم ہوا کہ حبیب اللہ کو والد سے ملنے کی شدید خواہش ہے تو انہوں نے خواہش پوری کرنے کی مشروط حامی بھر لی، کہ پہلے حبیب اللہ کو بپتسمہ لینا ہو گا، اور اور یہ نا سمجھی میں تیار ہو گئے۔ اللہ نے بچانا تھا، کسی طور والدہ کو گاؤں میں اطلاع ہوئی، جس نے فوراً آدمی بھیج کر حبیب اللہ کو واپس گھر بلا لیا۔ اس طرح اللہ نے اپنے فضل سے بد راہی کے پھندے سے بچا لیا۔

حبیب اللہ گوجرانوالہ ہائی سکول سے میٹرک پاس کر کے فوج کی میڈیکل شاخ میں بھرتی ہو گئے۔ ڈاکٹری ٹرینگ حاصل کی۔ افریقہ میں Boar war زوروں پر تھی، ڈاکٹروں کی فوری ضرورت تھی۔ اپکی تعیناتی ٹانگانیکا مشرقی افریقہ میں ہو گئی۔ والدہ نے آپکی شادی کر دی کہ بیٹے کے جانے کے بعد کوئی تو پاس ہو، اس فریضہ کے بعد فوجی ڈیوٹی پر افریقہ میں جا حاظر ہو گئے۔

آسٹریلیا میں حالات

اُدھر اس دوران آسٹریلیا میں عبدالحکیم فیملی میں چار افراد کا اضافہ ہو چکا تھا، تین لڑکیاں اور ایک لڑکا یوسف۔ جیسے جیسے بچے بڑے ہوتے گئے، غیر مذہب عورت سے شادی کرنے کے بد اثرات ظاہر ہونے شروع ہو گئے، بچوں کی تربیت کے سلسلے میں میاں بیوی میں تقرار رہنے لگی۔ عبد الحکیم اپنی تمام خامیوں کے باوجود کٹر مسلمان تھے۔ سڈنی میں تعمیر ہونے والی مسجد میں باقائدہ چندہ دیتے۔ باجماعت نمازوں میں اور دوسرے اجتماعات میں شامل ہوتے، بچوں کو نماز اور مسجد کی طرف کھینچتے، جبکہ مار گریٹ گرجا کی طرف، دونوں میں جھگڑا رہنے لگا، کئی بار علاقے کی کونسل نے مداخلت کی۔ بچیاں جوان ہوئیں تو والد کے سامنے ڈیٹنگ کرنے جاتیں، والد خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے۔ والد کو غیر مذہب میں شادی کرنے کے نقصانات کا شدید احساس ہونے لگا، گھر میں دن رات کی تو تو مَیں مَیں آخر عدالت تک پہنچی۔ اس دوران مار گریٹ کو عبد الحکیم کے نام ہندوستان سے آیا ہوا

خط لگا۔ خط اردو میں تھا، ایک اردو دان سے پڑھانے پر عبد الحکیم کی ہندوستان میں پہلی شادی کا مر گریٹ پر انکشاف ہوا، جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ مار گریٹ معاملہ عدالت میں لے گئی، میاں بیوی میں طلاق پر بات ٹھہری۔ اگرچہ بچے والدہ کے ساتھ چلے گئے،

گھر ٹوٹنے کے بد اثرات بچوں پر بھی ظاہر ہوئے۔ سِلویا شادی سے متنفر ہو کر ساری عمر کنواری رہی، جبکہ بیٹے یوسف نے شراب نوشی شروع کر دی، اور ہسپتال میں فوت ہوا۔ اب دو چھوٹی لڑکیوں کی اولاد آسٹریلیا میں آباد ہے، جو سب پکے عیسائی ہیں۔ والد نے طلاق کے بعد بھی بچوں سے رابطہ رکھا اور انہیں اسلام کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہے، مگر انہیں کوئی کامیابی نہ ہوئی، کیونکہ عدالت انکے خلاف فیصلہ دے چکی تھی۔ اگرچہ بچے والد کی فیاضی کے باعث انہیں ملتے رہے مگر مذہب کے بارے میں مکمل طور پر والدہ کے زیرِ اثر رہے۔ دونوں چھوٹی بچیوں کی شادیاں کیتھولک رواج کے مطابق انجام پائیں اور یہ حسرت سے دیکھا کیئے!

عبد الحکیم گھریلو واقعات اور اکیلے پن سے تنگ آ کر پرانے رشتوں کی تالاش میں جب نکلے تو پتہ چلا، ماں باپ کب کے وفات پا چکے ہیں، بیوی خاوند سے لمبی جدائی کے باعث صبر کر بیٹھی ہے، اور اسے کسی طور خوش آمدید کہنے کی روادار نہیں۔ آجا کر بیٹے حبیب اللہ کا خیال آیا، جو اب افریقہ میں تھے۔ اور احمدیت قبول کر لی تھی، باپ کو کئی تبلیغی خط لکھ چکے تھے۔ عبد الحکیم 1935 میں افریقہ پہنچے، پہلی دفعہ بیٹے کو دیکھا، تسلی ہوئی، کچھ عرصہ پوتے پوتیوں سے دل بہلایا اور کاروبار کی دیکھ بھال کے لئے دلبر داشتہ واپس آسٹریلیا چلے گئے۔

آخری عمر میں عبد الحکیم صاحب کی شدید خواہش تھی کہ انکی وفات اپنے وطن پاکستان میں ہو۔ چنانچہ انہوں نے میرے والد ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب سے جنوری 1953 میں ایک خط کے زریعے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا، اور بتایا میری صحت تیزی سے گر رہی ہے میں نے وطن واپس آنے کے لیئے ہوائی جہاز کی ٹکٹ خرید لی ہے۔ مگر انکی یہ آخری خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ جبکہ پاکستان میں رشتہ دار انکی آمد کے منتظر تھے، ناگہاں خبر ملی کہ عبد الحلیم دماغی رگ پھٹ جانے، اور گردوں کے فیل ہو جانے کے باعث 15 فروری 1853 کو سڈنی میں Mater Misericordiae Hospital Crows west ہسپتال میں کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ اناللہ واناعلیہ راجعون۔ ارد گرد کے مسلمانوں نے مل ملا کر کفنا دفنا دیا۔ رہے نام اللہ کا!

عبرت ناک پہلو

اس کہانی کا عبرت ناک پہلو یہ ہے۔ کچھ عرصہ ہوا، میں اباجی مرحوم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب کے پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا، ان میں دادا مرحوم کے کچھ خط بھی تھے۔ اچانک میرے ذہن میں خیال آیا، میں نے خط پر دیئے ہوئے پتہ پر آسٹریلوی رشتہ داروں کا پتہ معلوم کرنے کے لئے، قدرتی جستجو میں خط لکھ دیا، آخر کار مجھے ایک عورت ویلری بش کا خط موصول ہوا، اپنا تعارف کراتے ہوئے اسنے بتایا کہ وہ عبد الحکیم مرحوم (جنھیں وہ بچپن میں pop pop کہا کرتی تھی) کی سب سے چھوٹی بیٹی کی بیٹی ہے۔ نیز اسکی والدہ، خالائیں اور ماموں تمام وفات پا چکے ہیں۔ مجھے مخاطب کرتے ہوئے لکھا اغلباً تم میرے ماموں زاد بھائی ہو وغیرہ وغیرہ۔ مزید خط و کتابت میں ویلری نے اپنے خاندان کے بارے میں مزید معلومات مہیا کیں۔ جب میں نے دادا مرحوم کی قبر کے بارے میں استفسار کیا۔ تو جواباً ویلری نے پوچھا، "بتاؤ انکا مذہب کیا تھا؟ کیا وہ ہندو، عیسائی، یا یہودی تھے؟ تا کہ علاقے کے متعلقہ قبرستانوں کے ریکارڈ سے قبر کی نشان دہی کر سکے"۔ میں اس استفسار کو پڑھکر سکتے میں آ گیا۔ اور سوچتا رہا جو آدمی باوجود تمام مشکلات کے اپنے دین سے ساری عمر چمٹا رہا، صرف ایک لغزش کی پاداش میں اپنے ہی بچوں میں اپنی شناخت کھو بیٹھا۔ العیاذو الحضر!

مجھے حضرت خلیفہ المسیح الرابع رحمہم اللہ علیہ کے فرمودہ ترجمۃ القرآن کلاس میں سورہ البقرہ کے سبق نمبر 24، میں ایت نمبر 222 کو انٹر نیٹ (www.alislam.org) پر سننے کی سعادت نصیب ہوئی (آیہ مبارکہ کا ترجمہ) "اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور یقیناً ایک مومن لونڈی، ایک (آزاد) مشرکہ سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں کیسی ہی پسند آئے۔ اور مشرک مردوں سے اپنی لڑکیاں نہ بیاہا کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور یقیناً ایک مومن غلام، ایک (آزاد) مشرک سے بہتر ہے خواہ وہ تمہیں کیسا ہی پسند آئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اِذن سے (تمہیں) جنت کی طرف اور بخشش کی طرف بلا رہا ہے۔ اور وہ لوگوں کے لیئے اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں"۔ تفسیر بیان کرتے ہوئے حضورؒ فرماتے ہیں: "بعض لوگ اپنی زندگی مزے میں گزارنے کے لیئے ایسی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں جو ایمان میں کمزور ہوتی ہیں۔ دینی لحاظ سے کمزور عورت نسلیں بگاڑ دیتی ہے۔ وہ خود بھی ایسی باتوں کی طرف مائل ہو سکتے ہیں، جسکی وجہ سے جنت سے محروم ہو جاتے ہیں"۔

مندرجہ بالا قصے کا ما حاصل حضورؒ کے اس ارشاد کی صداقت کا عملی ثبوت ہے، اور ہمارے لئے، جو مغربی ممالک میں آ، آباد ہوئے ہیں ایک انتباہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہماری تربیت کے لئے حضورؒ نے باوجود بے انتہا مصروفیات کے قرآنِ کریم کے درسوں کا باقاعدہ اہتمام فرمایا، بچوں کے لئے اردو کلاس شروع فرمائی، تاکہ انکا رابطہ اپنے کلچر سے رہے۔ خطبات اور خطابات میں جماعت کو بار بار توجہ دلاتے رہے کہ مغربی معاشرے کی چکاچوند میں اپنی تہذیب اور معاشرے اور اسلامی اقدار کو نہیں بھولنا، ہماری بقا اپنی اسلامی اقدار سے چمٹے رہنے میں ہی ہے۔ ہماری ذرا سی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی تہذیب ہمیں اور ہماری نسلوں کو نگل لے گی اور ہماری اقدار تحلیل ہو کر رہ جائیں گی۔ جماعتی تنظیموں سے مسلسل رابطہ، گھروں میں باقاعدہ نمازوں کا اور قرآنِ کریم کی تلاوت کا اہتمام، بچوں کا اپنی تنظیموں کے اجلاسات میں حصہ لینے کی نگرانی، چندوں کی بروقت آدائیگی اور باقاعدگی، گھر میں ایم ٹی اے کی نشریات کی باقاعدہ اہتمام سے سماعت، جماعتی عہدیداروں سے تعاون، یہ وہ ذرائع (Tools) ہیں جن کی مدد سے ہم خود اور اپنے اہل و عیال کو کشتیءِ نوح میں سوار ہو کر ارد گرد پھیلے ہوئے ضلالت اور عسیاں کے سیلاب میں سے بچ نکلنے کا اہتمام کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس رہے اور ہم اپنے فرائض سے کبھی بھی غافل نہ ہوں۔ دنیا اور آخرت کی حسنات کے وارث ثابت ہوں۔ آمین

صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب

منیر احمد باجوہ ہیمبرگ جرمنی

وفا، کامل اطاعت سے ہے کی تُونے خلافت کی
ہے پائی آخری دم تک رضا، تُونے خلافت کی۔
خدا نے فضل اپنے سے عطا کیں خوبیاں جتنی۔
تیرا ایمان تھا یہ سب فقط برکت خلافت کی۔
تیری سوچوں کے دھارے اس نتیجہ پر پہنچتے تھے۔
کرشمے تیرے علموں کے فقط نعمت خلافت کی۔
سکھایا تو نے اے استاد، ہم کو عمل اپنے سے۔
کہ افضل نعمتِ دنیا ہے اب نعمت خلافت کی۔
بہت کچھ ہم نے سیکھا تجھ سے اے استاد، کالج میں۔
سلیقہ کامرانی کا اطاعت ہے خلافت کی۔
تیرے درسِ وفا کو تا عمر رکھیں گے سینے میں۔
بقائے آدمِ خاکی، غلامی ہے خلافت کی۔
تیرے شاگرد پھیلے ہیں کناروں تک زمیں کے آج۔
اٹھاتے ہر قدم وہ ہیں اطاعت میں خلافت کی۔
امارت اُن دنوں تیری جو ہرسُو خوں برستا تھا۔
دلاسہ ہر دُکھی دل کو کہ مرہم ہے خلافت کی۔
غرض میں کیا لکھوں منیر اپنے اس پیارے پر۔
ہزاروں رحمتیں تجھ پر، دعا پہنچے خلافت کی۔

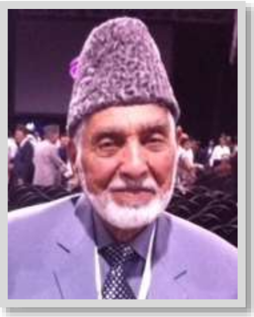

چند اچھی چیزیں یا نورتن

مرسلہ محترم پروفیسر مبارک احمد انصاری

زباں اچھی ہے وہ جس پر رہے حمد و ثنا جاری ‌‌ ‌ مزاج اچھا ہے وہ جس میں ہو مسکینی و خود داری
ادا اچھی ہے جو آئے پسند اللہ تعالیٰ کو ‌ ‌ ‌ بدن ا چھا ہے وہ جو کام آئے در راہ باری کو
ہدا یت ہے وہی اچھی ملے جو حق تعا لیٰ سے ‌ ‌ ‌ انا نیت ہے اچھی جب تکبر سے ہو بیزاری
دل اچھا ہے جو دلگیروں کی دلداری رہے کرتا ‌ ‌ ‌ رضا کی آنکھ اچھی جو کرے اغماض و ستاری
ہے اچھی زاہدہ اختر بہو میری بہ فضل اللہ ‌ ‌ ‌ کہ ہیں اچھے میاں جس کے مبارک احمد انصاری
اما نت ہے وہی اچھی جو سونپی اہل کو جائے ‌ ‌ ‌ ارادت خوب وہ جس میں رہے قائم وفاداری
خدا کے در کی دریوزہ گری اچھی ہے شاہی سے ‌ ‌ ‌ حسین کتنا ہے یہ فقرہ خدا ڈاری چہ غم داری
تعلق ہے وہی اچھا کہ جو اللہ کی خاطر ہو ‌ ‌ ‌ محمد مصطفیٰ خیر البشر پر ختم سرداری
رہے اللہ کی جانب ہی جو رخ وہ ہے رخ زیبا ‌ ‌ ‌ دوا اچھی ہے جس سے دور ہو ں دکھ دردی و بیماری

مندرجہ بالا نظم ہمارے والد محترم خانصاحب قاضی محمد رشید صاحب مرحوم نے ۱۹۵۲ میں کہی اور انہی کے ہاتھ کی تحریر کا عکس ہے۔اس نظم کی ایک خوبی تو یہ ہے کہ سب سے پہلے مصروں کے پہلے حرف ملانے سے میری اہلیہ کا نام (زاہدہ اختر) بن جاتا ہے اور دوسرے مصروں کے پہلے حروف ملانے سے خاکسار کا نام (مبارک احمد) بن جاتا ہے۔

خاکسار مبارک احمد انصاری

برادرِ اکبر مبشر احمد سیال کا ذکرِ خیر

ہمارے خاندان میں احمدیت کا نفوذ 1934 میں ہوا۔ ہمارے خاندانی لوگ سیال کہلاتے ہیں۔ اور جھنگ شہر میں آباد ہیں۔ ہمارے والد مکرم صالح محمد سیال کو اللہ تعالیٰ نے 1934 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی توفیق ملی۔ اس وقت والد صاحب خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ جھنگ میں مقیم تھے۔ جہاں میری اور بڑے بھائی کی مبشر احمد سیال کی پیدائش ہوئی۔ بھائی جان 15 جون 1943 پیدا ہوئے۔ خاندان میں کوئی دوسرا فرد یا والد صاحب کے حقیقی بھائیوں میں سے کوئی بھی احمدیت میں داخل نہیں ہوا۔ والد صاحب نے بھی پھر تادمِ آخر گوجرانوالہ کو اپنا آبائی مسکن بنائے رکھا۔ البتہ خاکسار کی والدہ امتہ الحفیظ کے دادا مکرم اللہ دتہ صاحب حضرت مسیحؑ کے 313 اصحاب میں سے تھے۔

بڑے بھائی جان مبشر احمد سیال جنہوں نے مورخہ 18 جولائی 2016 کو فرینکفورٹ میں رحلت فرمائی۔ آپ کا بچپن اور ابتدائی تعلیم کا زمانہ گوجرانوالہ میں گزرا۔ 1960 سے 1974 کو کراچی میں رہے۔ اس دوران آپ نے چوہدری نبی احمد کی کمپنی ماڈرن موٹرز میں ملازمت کی اور خدام الاحمدیہ کراچی کے فعال کارکن شمار کئے جاتے تھے۔ دسمبر 1974 میں جرمنی آگئے۔ جہاں آپ نے اپنی زندگی کے بہترین چالیس سال گزرے۔ ہم بہن بھائی پاکستان سے ہجرت کرکے امریکہ اور جرمنی منتقل ہوگئے۔ لیکن سب کو اللہ تعالیٰ نے والدین کی خدمت کی توفیق دی خصوصاً مبشر احمد سیال بڑے ہونے کے ناطے والدین کی خدمت کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ چنانچہ والد صاحب مرحوم کی آخری بیماری کے دوران جرمنی سے واپس چلے گئے اور دو سال تک والد صاحب کی تیمارداری اور خدمت کرنے کی توفیق پائی۔

جرمنی میں بھی جماعت کے فعال کارکن تھے۔ جماعتوں اور حلقہ جات کے قیام کے وقت بھی خدمت کی سعادت پائی۔ اس زمانے میں جماعتوں کا تنظیمی پھیلاؤ خاصا وسیع ہوتا تھا۔ ایک جماعت کئی گاؤں میں پھیلے ہوئے احمدیوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ آپ کو جماعت لاگن کے پہلے صدر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے لاگن جماعت کو منظم کرنے کی توفیق عطا کی۔ فرینکفورٹ میں منتقل کے بعد آپ حلقہ Nied کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔ فرینکفورٹ جماعت کے سیکریٹری مال کے طور پر بھی آپ کو خدمت کی توفیق ملی۔ فرینکفورٹ کی اصلاحی کمیٹی کے بھی آپ ممبر رہے۔ معاملات کو سلجھانے، دوستوں کے درمیان صلح وصفائی اور صلح نامہ پر راضی کروانے کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔

تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ آپ نے سال ہا سال جلسہ سالانہ جرمنی پر ٹکٹ اجراء برائے کرسی پر بطور منتظم ڈیوٹی دی۔ لیکن تعلقات کو ایک طرف رکھتے ہوئے حق دار کو کرسی کا ٹکٹ جاری کرنے کی پالیسی پر سنجیدگی سے عمل کیا اور کروایا۔ رشتہ داروں سے آپ کا حسنِ سلوک مثالی تھا۔ بھائی بہنوں کی اولاد کو اپنے بچوں کی طرح پیار کرتے تھے۔ بچوں کو انعامات سے نوازتے۔ اُن کی تعلیمی سرگرمیوں سے آگاہ رہتے۔ اور بچوں کی راہ ہنمائی

کرتے۔اسی طرح بچوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی آخری بیماری میں خدمت کی توفیق دی۔اُن کی ذات خاندان کیلئے بزرگ کی حیثت رکھتی تھی۔وہ بلاشبہ ہم سب کیلئے مشفقانہ وجود تھے۔

آپ خود بھی نظام کے پابند اور خلافت سے بے پناہ محبت رکھتے تھے۔ آپ اپنے چاروں بیٹیوں اور چاروں دامادوں کو خلیفۃ المسیح ایداللہ تعالی بنصرہ العزیز سے اطاعت، محبت اور عزت کا تعلق رکھنے کی نصیحت کیا کرتے۔اور اسی طرح جماعت کے ساتھ بھی محبت اور اخلاص کا تعلق رکھنے کی بھی نصیحت کرتے۔ خصوصاً اپنی بیماری کے دوران بار بار بچوں کو اس کی یاد دہانی کرواتے رہے۔بچوں کو یہ بھی نصحیت کی کہ میرا جماعت سے گہرا تعلق رہا ہے۔۔اس لئے میرے بعد میری تعزیت کیلئے آنے والے احباب کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آیا جائے۔

بھائی جان مرحوم نے دو بھائیوں اور دو بہنوں اور ان کی اولاد کے علاوہ بھابھی صاحبہ محترمہ اور چار بیٹیاں۔عزیزہ طاہرہ مبشر اہلیہ شاہد منصور، مبشرہ مبشر اہلیہ خالد ظہور، طیبہ مبشر اہلیہ مدثر احمد، ندا مبشر اہلیہ زاہد منصور سوگوار چھوڑے ہیں۔

آپ کی نمازِ جنازہ20جولائی2016کوبعد نماز عصر بیت السبوح فرینکفورٹ میں ادا کی گئی۔اور اگلے روز21جولائی2016کونور مسجد کے قریب Süd Friedhofمیں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا۔قبر تیار ہونے پر مکرم اشرف ضیاء مبلغ سلسلہ نے دُعا کروائی۔بارش کے باوجود احباب کی ایک بڑی تعداد نے تدفین میں شرکت کر کے بھائی جان مرحوم سے اپنے قلبی تعلق کا اظہار کیا اور اُن کی مغفرت کیلئے دُعا کی۔احباب سے درخواست ہے کہ آئیندہ بھی بھائی جان کے بلندیٔ درجات اور اُن کی چاروں بیٹیوں جن کو مرحوم بھائی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نواز تا رہے۔آمین!

منیر احمد سیال فرینکفورٹ جرمنی

مرزاغلام احمد صاحب کی یاد میں

منیر احمد باجوہ ہیمبرگ جرمنی

وفا سے جو نبھاتے ہیں وہی منزل کو پاتے ہیں
یہ دستورِ خدا وندی سبھی دنیا سے جاتے ہیں

نہیں یہ مستقل مسکن ، نہ ہی اپنی کوئی مرضی
خدا کا اِذن جب آئے تو سب ہی سر جھکاتے ہیں

وفا کامل دکھائیں اور خونِ جگر سے سینچیں
درختِ عشق تب جا کرکہیں کچھ رنگ لاتے ہیں

میاں خورشید و احمد نام کی سر سبز شاخوں پر
اطاعت سے مہکتے پھول دلکش لہلہاتے ہیں

جدائی ان وجودوں کی ہلا دیتی ہے شہروں کو
گلی کوچے ہیں افسردہ یہ ملکوں کو رلاتے ہیں

خلافت نعمتِ عظمیٰ ، رہے اس کا سدا سایہ
منیر اسکی اطاعت میں ہم ہر غم بھول جاتے ہیں

بِسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرَّحِیم		نَحمدہٗ وَنصلی علیٰ رسولہِ الکریم		وَعلیٰ عبدہِ المسیح الموعودؑ

قرار داد تعزیت بر وفات مکرم محترم مولانا فضل الٰہی انوری صاحب مرحوم و مغفور

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اپنے نہایت ہی پیارے بھائی اور بزرگ دوست اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے باوفا خادم اور خلافت احمدیہ کے فدائی مکرم و محترم مولانا فضل الٰہی انوری صاحب غفر اللہ لہٗ کی رحلت پر اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنْ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں داخل کرے۔

محترم مولانا فضل الٰہی انوری کا آبائی وطن بھیرہ تھا۔ وہ 1944 میں قائم ہونے والے تعلیم الاسلام کالج قادیان میں داخل ہونے والے سب سے پہلے طالب علم تھے۔ آپ نے .B.Sc کرنے کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالی کی تحریک پر لبیک کہتے ہوئے اپنی زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف کی اور جامعۃ المبشرین میں دینی تعلیم مکمل کر کے میدان عمل میں داخل ہوئے۔ اس طرح ان کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بھی عطاء فرمائی کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ کی کالج کے قیام کی بنیادی غرض یعنی خدمت دین کو پورا کرنے والا کالج کا سب سے پہلے داخل ہونے والا طالب علم بنے جس پر انہیں جائز فخر تھا۔ انوری صاحب مرحوم جرمنی کے نیشنل امیر اور مشنری انچارج رہے۔ اس کے علاوہ وہ گیمبیا اور نائیجیریا میں بھی نیشنل امیر اور مشنری انچارج کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ کئی سال جامعہ احمدیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ اس کے علاوہ ایڈیشنل ناظر تعلیم القران اور سیکریٹری حدیقۃ المبشرین بھی رہے۔ پُر کشش طبیعت رکھنے والے، منکسر المزاج، ہر دلعزیز شخصیت اور علمی ذوق کے مالک تھے۔ انگریزی، جرمن، عربی اور اردو زبانوں پر عبور تھا۔ انہوں کے یوروپین نو مسلم احمدی ڈاکٹر محمد عبد الہادی کیوسی صاحب کی کتاب Das Haus in Mekka کا جرمن سے اردو زبان میں ترجمہ کیا جو "میرا حج بیت اللہ" کے ٹائیٹل سے شائع ہوا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی تحریر کے ذریعہ دینی مصروفیت جاری رکھی اور ان کی تصنیف درویشان احمدیت کی چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور مزید چار مکمل ہو کر اشاعت کے لئے تیار ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 17 مارچ میں محترم انوری صاحب کی خوبیوں اور خدمات کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اور جرمنی میں رہنے والے ان کے تمام بھائی اپنے پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس جماعتی صدمہ پر دِلی تعزیّت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خلافت احمدیت کو ایسے قوی اور امین خدام عطا فرماتا رہے اور ہم سب کو مرحوم کے اوصاف حمیدہ کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہم خلافت احمدیہ کے وفا شعار خادم بن کر جماعت کی خدمت کرنے والے ہوں۔ آمین

ہم محترم مولانا فضل الٰہی انوری مرحوم کے جملہ لواحقین، ان کے صاحبزادے مکرم زکریا اسمٰعیل انوری صاحب، ان کی صاحبزادی بیٹی محترمہ حفصہ انوری صاحبہ، اور ان کے نواسہ عزیزم مبشر احمد صاحب کی خدمت میں بھی دِلی تعزیّت کے جذبات پیش کرتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ان کی دعاؤں کا وارث بنائے اور خلافت احمدیہ کے اس فدائی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

ہم ہیں حضور کے خدام ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بذریعہ خاکسار پروفیسر حمید احمد چوہدری

صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

T. I. College Old Students Association e.V.

بِسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرَّحیم نَحمدہٗ وَنصلی علیٰ رسولہِ الکریم وَعلیٰ عبدہِ المسیح الموعودؑ

قرار دادِ تعزیّت بر وفات محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی اپنے شفیق اور محسن استاد صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب، ناظر اعلیٰ، و امیر مقامی کی رحلت پر اپنے دلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونْ ۔ کل من علیها فان و یبقیٰ وجه ربک ذوالجلال و لاکرام ۔

کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ کے صاحبزادے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے پھوپا تھے۔

حضرت امیر المومنین ایدّہُ اللہ تعالیٰ بِنصرہِ العزیز نے اپنے گزشتہ خطبہ جمعہ میں مرحوم کے جو اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ان سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم نے عمر بھر اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے ہونے کا حق ادا کیا۔

ہم اپنے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ، اور مرحوم کے بھائی محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، مرحوم کے صاحبزادگان محترم مرزا وحید احمد صاحب، محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب، ڈاکٹر مرزا نصیر احمد صاحب، مرزا تقی الدین احمد صاحب، مرزا عدیل احمد صاحب، ڈاکٹر مرزا ثمر احمد صاحب،اور ہم میں سے بہتوں کے ہم جماعت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مغفور احمد صاحب، محترمہ امۃ القدوس صاحبہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ افراد سے اس جماعتی صدمہ پر دِلی تعزیّت کے جذبات پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ کر جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس عظیم صدمہ پر صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمیشہ ان کا حامی و ناصر رہے۔

ہم ہیں حضور کے خدام ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

بذریعہ صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

T. I. College Old Students Association e.V.

بسمِ اللہ الرّحمٰنِ الرَّحیم نَحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم وَعلیٰ عبدہِ المسیح الموعودؑ

قرار دادِ تعزیّت بر وفات محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب مرحوم

ہم ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ، ناظر اعلیٰ، وامیر مقامی کی اچانک وفات پر اپنے دِلی رنج اور دُکھ کا اظہار کرتے ہوئے۔ ابھی ان کے برادر اکبر صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کی جدائی کا صدمہ کم نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ غم بھی دکھادیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنْ ۔ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال ولاکرام ۔

کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی جنت کے اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے۔

آپ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے پڑپوتے۔ حضرت مرزا عزیز احمد صاحب رضی اللہ کے صاحبزادے اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بہنوئی تھے۔

حضرت امیر المومنین ایدّہُ اللہ تعالیٰ بِنصرہِ العزیز نے اپنے گزشتہ خطبہ جمعہ میں مرحوم کے جو اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ان سے پتہ چلتا ہے کہ مرحوم نے عمر بھر اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کر کے حضرت مسیح موعود عود علیہ السلام کے پڑپوتے ہونے کا حق ادا کیا۔
ہم اپنے پیارے امام حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ، اور آپ کی بیگم صاحبزادی امت القدوس بیگم صاحبہ ، مرحوم کے صاحبزادگان محترم مرزا فضل احمد صاحب ناظر تعلیم ، محترم مرزا ناصر انعام صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ برطانیہ ، مرزا نصیر احسان صاحب نیشنل سیکرٹری مال امریکہ ، مرحوم کی بیٹیوں ، ہم میں سے بہتوں کے ہم جماعت صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا مغفور احمد صاحب ، آپ کے داماد سید محمود احمد صاحب ناظر صحت اور خاندان حضرت مسیح موعود عود علیہ السلام کے جملہ افراد سے اس جماعتی صدمہ پر دِلی تعزیّت کے جذبات پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ کر جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اور ہمیشہ ان کا حامی وناصر رہے۔

ہم ہیں حضور کے خدام ممبران تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی
بذریعہ صدر تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن جرمنی

Letter from Engr Mahmud Mujib Asghar

Dear Prof Ch Hamid Ahmad Sahib and

Dear Abdul Ghafoor Sahib

WA Alaikum Salam WA Rahmatullah

I am glad to know that you are organising a special number of Al Manar in memory of Sahibzada Mirza Khurshid Ahmad Sahib, an old student and ex professor of T.I.College who spent his entire life in service of jamaat and was heading Sadr Anjuman Ahmadiyya Rabwah in khilafat e Khamsa. I wish to share a few memories of his life as I saw and dealt with him.
I remained student of T I College Rabwah for two years in 1960 _ 62 from where I did FSc (Pre Engineering) before going to the then West Pakistan University of Engineering and Technology, Lahore. I came to know at that time that Sahibzada Mirza Khurshid Ahmad Sahib was a great grand son of the promised messiah Hazrat Mirza Ghulam Ahmad Qadiani, may peace of Allah be on him.He used to be head of English department, Talim ul Islam College Rabwah at that time.He looked very close to Hazrat Hafiz Mirza Nasir Ahmad Sahib, the then Principal of that college. Our class was taught English by Prof Ch Hamid Ahmad Sahib and Prof Sharif Ahmad Khalid Sahib.He used to teach graduate classes at that time and was among popular professors highly respected by students.He was the one who was waqafe zindigi
On the nationalisation of T.I.College Rabwah he was called back from college by khalifa of the time and through out his career he served Sadr Anjuman Ahmadiyya heading it's various departments under the auspices of khalifa of the time.He remained on key positions in jamaat and was made Nazer e Aala and Amir Maqami, the most honoured position after Khalifatul Messiah in 2003.
While he was Nazer e Aala, I dealt with him as Amir Zilah Attock Ex Campbellpore .I found him very capable, kind, compassionate and a quick decision maker.Whenever some guidance was requested from him he immediately sent the decision .He looked most loyal to the institution of khilafat.He chaired Majlis Shoora in khilafat e Khamsa and I attended a few of those.He would handle it with great intelligence and devotion .He was fully conversant with rules, regulations and noble traditions of jamaat.It appeared he had studied books of promised Messiah a number of times. He was very knowledgeable but never imposed it.For important matters he would always refer the case to Hazrat Khalifatul Messiah for his decision.
In 2003 when election of Khalifatul Messiah 5 took place in Masjid Fazl London after Maghrib/Isha prayers on 22 April, being Amir Zilah, I was also member of the masjlis intikhabe khilafat, I saw him delighted on the election of Hazrat Sahibzada Mirza Masroor Ahmad Sahib as Khalifatul Messiah 5.
Ch Abdus Sami Noon Sahib a well known Ahmadi of Sargodha, on our way back to Pakistan, narrated to me in Doha Qatar in the hotel (as we travelled by Qatar Airways), that on the death of Khalifatul Messiah 4 ra, he saw in a dream that Hazrat Khalifatul Messiah 3 ra came carrying two flower garlands _ one big and one small. Huzur put big garland around the neck of Hazrat Mirza Masroor Ahmad Sahib who became Khalifatul Massih and smaller around the neck of Mirza Khurshid Ahmad Sahib who was made Nazere Aala subsequently by khalifa of the time. We heard the news of Mirza Khurshid Ahmad Sahib that he has been designated Nazere Aala on our return to Pakistan on 27 April, 2003.
I dealt with Sahibzada Sahib when he was Sadr Majlis Ansarullah Pakistan after Ch Hameedullah Sahib.While I was posted as Project Manager Asian Development Bank (aided)

Farm to Market Roads in NWFP by my employer National Engineering Services (NESPAK) and shifted to Peshawar, on the recommendation of Shamsud Din Aslam Sahib, Nazim Ilaqa NWFP, Mian Sahib assigned to me as Nazim Zilah Kohat/Bannu (NWFP). As Sadr Majlis Ansarullah I found him very vigilant to the affairs of Ansarullah in the remotest areas of Pakistan.He had full confidence in me as Nazim Zilah.He always helped and guided me even in minor affairs.

He remained patron of International Association of Ahmadi Architects and Engineers (IAAAE) for a few years. Luckily I have been among the pioneer members of IAAAE.I saw him closely.He would take full interest in the activities of IAAAE and would participate in our annual conventions.Even when he was Nazere Aala he chaired final sessions of the convention.He was very particular that in such functions due attention is given to prayers in congregation.Once during the break for lunch during convention proper arrangement for prayers in congregation did not exist in the premises where it was being held ,he took a serious notice of it and exhorted Chairman why was it ignored.On this an immediate arrangement was made for Zohr/Add prayers in congregation in the lawn of Office of Sadr Amoomi Rabwah.

He himself was very particular in offering obligatory five daily prayers in congregation.I saw him personally many times offering prayers in congregation mostly in Masjid Mubarak Rabwah.

He would never refuse any one in Rabwah whether rich or poor to attend their marriage ceremonies. He would generally avoid leading Janaza prayers unless instructed by khalifa of the time.Likewise he will prefer murrabian to solemnize nikah unless instructed by khalifa of the time.

I saw him eating in a marriage partly.He put minimum food in his plate.

He was very well mannered and did not have a fraction of proudness owing to his status and most reverend family background.He was humble of the humblest.

He was very sympathetic to the poor and destitute persons in Rabwah.

A destitute ex worker of Anjuman told me that Mian Sahib used to visit him at his home frequently and would always bring some gift or eatable for him.Once his married daughter was on visit from Canada, when Mian Sahib visited him.He requested for a group photo and Mian Sahib was kind enough to sit on his bed alongwith his daughter for group photo. He shows this photo very proudly to his friends after the death of Mian Sahib (Sahibzada Mirza Khurshid Ahmad Sahib)

He was a real strong hand of Khalifa of the time and a very popular and highly respected man among the family of Promised Messiah and Jamaat Ahmadiyya. He was full of qualities, most sincere to the institution of khilafat and very sympathetic dedicated person.He would never belie the expectations of any individual in the jamaat.

May Allah exalt his status in heavens.He will be remembered for a long time.

Wassalam
Khaksar

Engr Mahmud Mujib Asghar

بسم اللہ الر حمٰن الرحیم

In the name of Allah, the Gracious, the Merciful
Im Namen Allahs, des Gnädigen, des Barmherzigen.

Quarterly Magazine of

T.I. College Old Students Association

Germany

ALMANAR

JUL – AUG 2018